قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

ہفتہ 23 مئی 2020ء | 29 رمضان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 124

فرمانِ رسول ﷺ

عید کی رات عبادت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص محض للہ دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرے گا اس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا جائے گا اور اس کا دل اس وقت بھی نہیں مرے گا جب سب دنیا کے دل مر جائیں گے۔

(ابن ماجہ کتاب الصیام۔ باب فی من قام فی لیلۃ العیدین)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

خدا کا شکر ادا کرو

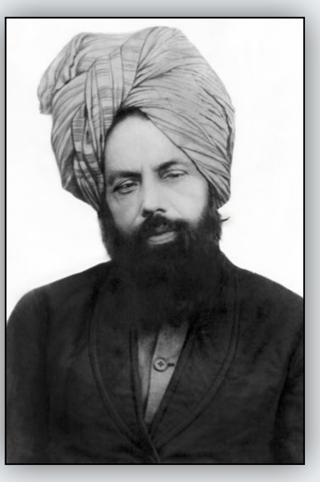

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اے لوگو! خدا کے لئے تم سب کے سب یا اکیلے اکیلے خدا کا خوف کر کے اس آدمی کی طرح سوچو جو نہ بخل کرتا ہے اور نہ دشمنی۔ کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ خدا بندوں پر رحم کرے؟ اور کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ بدی کو دفع کیا جائے اور جگروں کی پیاس کا مینہ برسانے سے تدارک کیا جائے؟ کیا بدی کا سیلاب اپنی انتہا کو نہیں پہنچا؟ اور جہالت کے دامن نے اپنے کناروں کو نہیں پھیلایا؟ اور ملک فاسد ہو گیا اور شیطان نے جاہلوں کا شکریہ ادا کیا۔ پس اس خدا کا شکر کرو جس نے تم کو یاد کیا اور تمہارے دین کو یاد کیا اور ضائع ہونے سے محفوظ رکھا اور تمہارے بوئے ہوئے کو اور تمہاری زراعت کو آفتوں سے بچایا اور مینہ نازل فرمایا اور اس کے سرمایہ کو کامل کیا اور اپنے مسیح کو ضرر کے دور کرنے کے لئے اور اپنے مہدی کو خیر اور نفع پہنچانے کے لئے بھیجا اور تمہیں تمہارے امام کے زمانے میں غیر کے زمانہ کے بعد داخل کیا۔''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد16 صفحہ 66-67)

عید مبارک

ادارہ الفضل کی طرف سے تمام قارئین کرام کو عید مبارک قبول ہو۔اللہ تعالیٰ اس عید کو جماعت احمدیہ کے لئے رحمتوں، برکتوں اور ترقیات کا باعث بنائے۔آمین

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

(البقرۃ:186)

ترجمہ: اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تاکہ تم شکر کرو۔

فرمان خلیفہ وقت

حقیقی عید

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''ہماری عید عام لوگوں سے ہٹ کر روحانی رزق کی فراوانی کا نام ہے۔ حقیقی عید تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ساتھ ہو۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت ہو جس کے نتیجے میں پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑے سے بڑے انعامات ملتے ہیں ۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقی عید تو احمدیوں کو ہی نصیب ہے جو بڑے بڑے انعامات کے وارث بنائے گئے ہیں ۔

رمضان کی عبادات کو اپنی زندگیوں میں باقاعدگی سے جاری رکھنا یہی امر تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت اور قرب کا ذریعہ بنائے گا اور یہی حقیقی عید ہے اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ حقیقی عید کو دنیا کی مشکلیں دور نہیں کر سکتیں اللہ کی طرف سے ملنے والی خوشخبریاں نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ خدا اپنے بندوں کے اجر کو بعض اوقات دس گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ جیسے تیس روزے رمضان کے اور پھر 6 شوال کے اس کے مطابق گویا پورے سال کے روزوں کا ثواب ہے۔ اس دن خدا کہتا ہے خوشی مناؤ میر اشکر ادا کرو عید کی نماز سے اس دن کو شکرانے سے شروع فرمایا ہے۔

اخدا تعالیٰ ہر مشکل کے بعد آسانی اور پھر انعامات سے بھی نوازتا ہے۔ پس وہ عید جو ہمیں رمضان کی قربانیوں کے بعد ملی ہے یہ خدا تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کا ایک اظہار ہے۔

مشکل اور کٹھن حالات میں اور اس قربانیوں کے دور سے رمضان کی طرح ہم نے صبر اور راضی برضائے الٰہی رہتے ہوئے گزرنا ہے اور پھر رمضان کی عبادتوں کی طرح ہم نے عام دنوں میں بھی خدا کے قرب اور اس کی عباداتوں کے معیار بلند کرنے ہیں۔''

(خطبہ عید الفطر 2، اکتوبر 2008ء)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) عید سعید کی برکات اور ایک مومن کی ذمہ داریاں
- کیا ساری دنیا میں ایک ہی دن عید یا رمضان کا آغاز ہو سکتا ہے؟
- جماعتِ احمدیہ کا آغاز اور شاندار مستقبل
- حضرت مفتی محمد صادقؓ قرطبہ میں
- وبائی حالات میں عید الفطر منانے کی بحث

اداریہ

عید سعید کی برکات اور ایک مومن کی ذمہ داریاں

پُرانے زمانے میں جب سفر بہت کٹھن ہوتے تھے اُس کو آسان بنانے کے لئے وقفے وقفے بعد پڑاؤ ڈالا جاتا تھا۔ جہاں مسافر کچھ عرصہ ٹھہر کر، ستا کر، اپنی تھکن اُتار کر، تازہ دم ہو کر نئے حوصلہ، تازہ ولولہ اور پختہ ارادوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف سفر کو رواں دواں رکھتا تھا۔ آج کے جدید اور مہذب دور میں اسے Rest Area کا نام دے دیا گیا ہے۔ جو بڑی بڑی سڑکوں پر نظر آتے ہیں۔ یا بڑے شہروں سے قبل زیروپوائنٹس بنا دیئے گئے ہیں جہاں سے مسافر اپنی سمت درست کرتا ہے۔

انسانی زندگی بھی ایک سفر ہے اور اس زندگی کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے کئی پڑاؤ مقرر فرمارکھے ہیں۔ ان میں سے ایک پڑاؤ رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں ایک مومن تازہ دم ہو کر اپنے سفر حیات میں آنے والی صعوبتوں اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے عزم اور ارادہ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور اپنے ساتھ رمضان کے فیوض و برکات اور خیرات وحسنات کے بے پایاں ذخیرے لے کر عید کے پڑاؤ میں داخل ہوتا ہے۔ ایک ماہ کے کٹھن سفر جس میں دن بھر بھوکے رہ کر، ٹھنڈا پانی اور لذیذ کھانے میسر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ان سے روک کر، حلال چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے کھیسے (کیسا) بھر کر جب یہاں پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی مومن کو بشارت دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے فرشتو! ان مزدوروں کا پورا پورا بدلہ چکا دو۔ اور اے میرے فرشتو! یہ میرے بندے اور بندیاں اس فرض کو ادا کرنے کے بعد جو میں نے ان پر مقرر کیا تھا اب عاجزانہ طور پر دعا کے لئے نکلے ہیں۔ مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنی سخاوت، اپنی بلند شان اور بلند مرتبہ کی قسم ہے کہ میں آج ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے کہتا ہے کہ تم اس حال میں واپس جاؤ کہ میں نے تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔
(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم لیلۃ القدر الفصل الثالث)

اور پھر بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

مَنۡ قَامَ لَیۡلَتَیِ الۡعِیۡدَیۡنِ مُحۡتَسِبًا لِلّٰہِ لَمۡ یَمُتۡ قَلۡبُہٗ یَوۡمَ تَمُوۡتُ الۡقُلُوۡبُ

(سنن ابن ماجہ جلد اول باب 68)

کہ جو محض للہ اپنا احتساب کرتے ہوئے دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرتا ہے اس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیاجاتا ہے اور وہ نہیں مرتا جبکہ دنیا کے دل مر جائیں گے۔

اسی لئے چاند رات کو لیلۃ الجائزہ کہا گیا ہے۔ جس میں انسان کو اس کے نیک اعمال کی جزاء دی جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ عید کے روز بہت روتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جن کے اعمال رمضان میں اچھے رہے ان کے لئے یہ دن عید کا ہے اور جن کے اعمال رمضان میں اچھے نہیں رہے ان کے لئے یہ دن عید سعید نہیں۔ بلکہ وعید کا دن ہے۔

رمضان المبارک ہمیں جن امور کی طرف توجہ دلاتا ہے وہ دو باتوں پر محیط ہیں ایک عبادت الٰہی اور دوسرا بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی، خدمت خلق اور لوگوں کے دُکھ سکھ میں شریک ہوتا اور رمضان کے اختتام پر نتیجہ کے طور پر ان دونوں امور کی عید کے روز پریکٹس کروائی جاتی ہے۔ جہاں تک عبادت الٰہی کا تعلق ہے تو اس روز عام نمازوں کے علاوہ ایک اجتماعی نماز بھی بطور فرض ادا کی جاتی ہے اور اس میں عام طریق سے ہٹ کر نماز کو پہلے ادا کیا جاتا ہے۔ دراصل اس میں یہ عظیم حکمت پنہاں ہے کہ وہ محب جنہوں نے رمضان کا سچا فیض حاصل کیا اپنے محبوب کو پانے کے لئے دن کو بھی اسے یاد کرتے رہے اور راتیں بھی اس کے حضور حاضر ہو کر اوربھوک اور پیاس کی مشقتوں سے گزر کر لقائے باری تعالیٰ کی طرف اپنے سفر میں تیزی لانے کی کوشش کی وہ بطور شکرانے کے طور پر دو رکعت ادا کریں اور پھر اللہ و رسول کی باتیں خطبہ میں سن کر اپنے خدا سے تعلق کو گہرا اور مزید مستحکم کرکے رمضان میں کئے گئے عہدو پیمان میں مزید مضبوطی لانے کا عزم کریں۔

اور جہاں تک مخلوق سے ہمدردی اور پیار بالخصوص اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کی دادرسی کا تعلق ہے تو رمضان میں بھوکا پیاسا رہ کر مومن کو اس طرف دعوت عام دی جاتی ہے کہ دنیا میں، معاشرہ میں اور ماحول میں بہت سی ایسی مخلوق خدا موجود ہے جن کو سارا سال پیٹ بھر کر کھانا بھی میسر نہیں آتا۔ ان کی طرف نگاہ تلطف رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عام دنوں میں بھی غریبوں مسکینوں، بیواؤں، بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بنا کرتے تھے مگر رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت تیز رفتار آندھی سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل اور بہتر صدقہ وہ ہے جو رمضان میں کیا جائے اور فرمایا کرتے تھے۔

وَابۡغُوۡنِیۡ فِی الضُّعَفَاءِ کہ مجھے ضعفاء اور کمزوروں میں تلاش کیا کرو۔ صدقۃالفطر کی ادائیگی بھی دراصل اس تعلیم کا ایک جزو ہے۔ مسلمانوں میں عام طور پر زکوۃ بھی رمضان میں ہی نکالی جاتی ہے کیونکہ بھوکا اور پیاسا رہ کر مومنوں کے دل پسیج جاتے ہیں اور غرباء و مساکین سے ہمدردی ان کے دل کی آواز بن چکی ہوتی ہے۔ عید کے روز یہ پریکٹس بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے جب مومن اپنی خوشیوں کو ان لوگوں کے ساتھ Share کرتے ہیں۔ جو Deserving ہوتے ہیں، ان کے گھروں میں جاتے، میل ملاقات کرتے، تحفے تحائف دیتے ہیں اور وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ جا ملتے ہیں۔

آنحضورؐ نے ایک دفعہ عید سے واپسی پر کچھ بچوں کو نئے کپڑے پہنے خوشی کے ساتھ آپس میں اس امر کا اظہار کرتے دیکھا کہ ہمیں والدین نے فلاں فلاں چیز (ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) عیدی کے طور پر دی ہے جبکہ ایک غریب بچہ گندے اور میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ بے حد غمگین اور اداس الگ کھڑا تھا۔ آنحضورؐ اس منظر کو دیکھ مضطرب ہوئے۔ آپؐ اس بچے کے پاس تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ بچہ یتیم ہے اور اسے کوئی نیا کپڑا پہنانے والا نہیں۔یہ دیکھ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؐ بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے گھر لے آئے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اسے نہلاؤ اور اسے نئے کپڑے پہناؤ اور بچے کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹا فکر مت کرو۔ آج سے محمدؐ تمہارا باپ ہے۔ عائشہؓ تمہاری ماں۔ فاطمہؓ تمہاری بہن اور حسینؓ تمہارا بھائی ہے۔ یہ خوش قسمت بچہ نئے کپڑوں کے ساتھ اپنے دوست بچوں کے پاس گیا اور بغیر کسی احساس کمتری کے گھل مل کر کھیلنے لگا بلکہ اس بات پر فخر کر رہا تھا کہ میں تو حضرت محمدؐ کا بیٹا ہوں۔ اللہ اللہ! یہ ہے وہ تعلیم اور نمونہ جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مشعل راہ چھوڑا ہے۔

رمضان میں غرباء پروری اور عید پر مستحقین اور غرباء کے حقوق ادا کرنے کا جو قریبی تعلق ہے اس کا ایک دلچسپ پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک مومن رمضان میں اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوا رمضان کے آخری حصے میں (جب عید قریب آئی ہوتی ہے) ختم کرتا ہے خواہ نماز تراویح کے ذریعہ کر رہا ہو خواہ درس القرآن کے ذریعہ خواہ انفرادی تلاوت کرتے ہوئے اسے قرآن کریم کے آخری حصہ میں مسکینوں، بیواؤں اور غرباء کے حقوق کی ادائیگی کی یاددہانی ہورہی ہوتی ہے اور عید کے اسباق میں سے اس اہم سبق کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہوتی ہے کہ عید قریب ہے اس موقع پر یتیموں، مسکینوں اورغرباء کا حق ادا کرنا ہے۔

جماعت احمدیہ کے لئے بدرجہ اولیٰ اس سبق کی یاددہانی ہے کیونکہ قرآن کریم کے اس آخری حصہ میں جہاں امام مہدی اور آخری زمانہ کی علامات درج ہیں انہی میں یتامیٰ اور مساکین کی دیکھ بھال، ان سے حسن سلوک، غرباءسے جذبہ ہمدردی اور ضعفاء کی دستگیری کا بار بار ذکر لا کر یہ سبق دینا مقصود ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمان اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں کو ان کا صحیح درجہ نہیں دیں گے اور ان کی حق تلفی کریں گے ایسے حالات میں صحابہؓ جیسی اعلیٰ اسلامی سوچ رکھنے والی جماعت اللہ تعالیٰ امام مہدی کو عطا کرے گا۔ جو معدوم تعلیم کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔ اور غرباء کو ان کا حق دلانے والے ہوں گے۔ ان کا عملی اظہار عید کے موقع پر ہوتا ہے جب ہر احمدی اپنے پیارے خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں اپنے عزیز و اقارب کے علاوہ اپنے سے کم حیثیت کے لوگوں کے گھروں خواہ ان کا تعلق احمدی جماعت سے ہو یا باہر سے، تحفے تحائف بانٹتا اور محبتوں کو Share کرتا ہے۔

امسال تو آنے والی عید گزشتہ سالوں سے بہت بڑھ کر اس تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہی ہے جب تمام دنیا کرونا کی لپیٹ میں ہے۔ نوکریاں، ملازمتیں اور کاروبار جاتے رہے ہیں۔ ان حالات میں حالات میں ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا رمضان کا ایک اہم سبق ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ بنی نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدری کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔
(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔آج کے دن ہر ایک پر لازم ہے کہ سارے کنبے کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔

(الحکم 17 نومبر 1908ء)

حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم پر ایسا افضل نازل کرے تا کہ ہم میں سے ہر شخص کو حقیقی عید میسر ہو کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم نہ صرف اپنے لئے عید منائیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے بھی، جو مصائب اور دکھوں میں گرفتار ہیں عید کا سامان مہیا کر دیں۔
(خطبہ عید الفطر 9 فروری 1932ء از خطبات محمود جلد اول ص 146)

پھر فرمایا:

جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے بھی غرباء کی فلاح اور بہبود کے لئے خرچ کرو۔ یہ روح جس دن مسلمانوں میں پیدا ہوگی درحقیقت وہی دن ان کے لئے حقیقی عید کا دن ہو گا۔ کیونکہ رمضان نے ہمیں بتایا ہے کہ تمہاری کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ تمہارے گھر میں دولت تو ہو مگر اسے اپنے لئے خرچ نہ کرو۔ بلکہ دوسروں کے لئے کرو۔

(خطبہ عید الفطر 12 مئی 1956ء از خطبات محمود جلد اول ص 342)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے آغاز خلافت میں ہی اس امر کی خواہش ظاہر فرمائی کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہئے۔ آپ اس سلسلہ میں عہدیداروں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔ دیکھو میں یہ کہہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

(خطبہ جمعہ 17دسمبر1965ء از خطبات ناصر جلداول صفحہ 52)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے عید کے اس اہم سبق کی طرف بار بار جماعت کو توجہ دلائی۔ آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں۔ آپس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بانٹیں۔کیونکہ حق ہے یہ ذوی القربیٰ کا بھی حق ہے۔دوستوں کا بھی حق ہے۔وہ حقوق بھی ادا ہونے چاہئیں.......

کوشش کریں کہ حتی المقدور ایک سے زیادہ گھر بانٹیں مگر بہرحال یہ کوئی تکلیف مالایطاق دینے والی بات تو نہیں ہے عیدمنانی ہے آپ نے۔ جتنی عید بھی آپ منا سکیں آپ کی توفیق کے مطابق ہے۔ آپ ان گھروں میں جائیں، ان کے حالات دیکھیں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اورحقیر دکھائی دیں گی......

یہ ہے عید جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عید ہے یہ وہ عید جو درحقیقت ہر سچے مذہب کی عید ہے......پس جس کو یہ عید نصیب ہو جائے اس کو اور کیا عید چاہئے۔ اس کی عیدیں ہی عیدیں ہے۔یہی وہ عید جو اسلام کی عید ہے۔

(خطبہ عیدالفطر 12جولائی1983ء از خطبات طاہر عیدین صفحہ18-20)

آپ نے ایک اور موقع پر خطبہ جمعہ میں احمدی احباب کو اپنی عید کی خوشیاں غرباء کے ساتھ منانے کا ارشاد کرتے ہوئے فرمایا۔

عید کے موقعوں پر اپنے غریب ہمسایوں،ضرورت مندوں کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں۔ ان کے کچھ غم ان کے گھروں میں جا کر دیکھیں اور ان کے غم بانٹیں اپنی خوشیاں ان کے پاس لے کر جائیں اور اپنی خوشیاں ان کے ساتھ بانٹیں یا اپنے گھروں میں ان کو بلائیں۔غرض یہ کہ غریبوں کے ساتھ عید کرنے سے بہتر دنیا میں اور کوئی عید نہیں۔ (خطبہ جمعہ 19مارچ1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس اہم امر کی طرف یوں توجہ دلائی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں، رشتہ دار ہمسایوں اور غیر رشتہ دار ہمسایوں، یتیموں، اسیروں، مسکینوں، مسافروں اور غرباء کے ساتھ احسان اور ہمدردی کا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس تعلیم پر مکمل کر کے حقیقی دینی معاشرہ قائم ہو گا۔ اور ان کے ساتھ سلوک محض للہ کرنا ہے اور احسان کا سلوک کرنا ہے جس کے بدلہ کی خواہش پیدا نہ ہو۔ اللہ کا پیار حاصل کرنے کے لئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہمدردی کرنی ہے غرباء کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے ان کو تحائف دیتے ہوئے ان کی عزت نفس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، استعمال شدہ اشیاء تحفہ دیتے وقت پہلے بتانا چاہئے اور اشیاء کو صاف ستھرے طریق پر پیش کرناچاہئے۔

پھر فرمایا۔

عید کے دن ہر احمدی اپنے ماحول میں جائزہ لے اور ضرورت مندوں کا خیال کرے۔ یہ عمل خدا کے فضل سے ذاتی اور جماعتی سطح پر ہو رہا ہے لیکن ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ یہ کام اچھا کھلانے اور پہنانے تک ہی ختم نہیں کرنا۔ جس طرح عید کے دن ان کا خیال رکھا جارہا ہے ان رابطوں کو توڑنا نہیں بلکہ ان پر نظر رکھیں خود بھی ان کا دھیان رکھیں اور نظام کو مطلع کریں۔ ان کو کام پر لگائیں ان کی ہمت بندھائیں یہ ان پر جاری احسان ہو گا۔ اس طرح کم استطاعت والوں کو اٹھانے کی کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اگلے سال عید پر دوسروں کی مدد کر رہا ہو۔اس طرح پر معاشی استحکام سے اخلاقی معیار بھی بلند ہوں گے اور پاکیزہ معاشرے کا قیام عمل میں آئے گا۔

(خطبہ عید الفطر 26 نومبر 2003ء از الفضل 3دسمبر 2003ء)

(ابو سعید)

****

برکاتِ خلافت

خلافت نے ہر کام اپنا سنوارا
ہمارے دِلوں کو اُسی نے نکھارا

خلافت کے نوروں سے ہم ہیں منور
دِلوں سے خلافت نے ہے زنگ اُتارا

خلافت نہ ہوتی تو ہم بھی نہ ہوتے
ہدایت کا ملتا ہمیں نہ منارہ

خلافت کے دَم سے جماعت ہے قائم
دیا ہے خلافت نے ہم کو سہارا

خلافت کے دَم سے فیض پاؤں
اُسی سے تو مومن کا چمکا ستارہ

(خواجہ عبدالمومن۔ناروے)

آج کی دعا

قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۱﴾

تُو کہہ اے میرے ربّ! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقتور مددگار عطا کر۔

یہ قرآن مجید کی پیارے رسول کریم ﷺ کی مدینہ ہجرت کرنے کی دعا ہے۔ہر دینی ودنیاوی کام کے نیک آغاز اور نیک انجام کے لئے اس دعا کو کثرت سے پڑھنا چاہئے۔

(قدسیہ محمود سردار)

عید کا چاند

عید کے چاند کی پلکوں پہ ستارے آئے
خوشی کی رُت میں بھی غم یاد تُمہارے آئے

آج بھی ہو گا فروزاں وہ مرا بام پہ چاند
آج بھی آ نہ ہم دید کے مارے آئے

آج پھر خوشبو مرے دیس کی بے چین کرے
آج پھر مہکی ہواؤں میں اِشارے آئے

دیکھو پردیسیوں کو دور سے ملنے کے لئے
بیٹھ کے ، سوچ کی رَتھ پہ یہ نظارے آئے

اب بھی دریا میں کھڑی آس کی سُوکھی کشتی
روز ہی راہ تکے اور کنارے آئے

دِل کی گہرائی سے ہو عید مبارک تم کو
مہکی خُوشبو میں بسے پھول ہمارے آئے

عبدالجلیل عبادؔ۔جرمنی

رمضان یا عید کا چاند

کیا ساری دنیا میں ایک ہی دن عید یا رمضان کا آغاز ہو سکتا ہے؟

چودہ سو سال قبل صحرائے عرب کے نبی امی پر نازل ہونے والی فلکیاتی علوم پر مشتمل صداقتیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ

شَهِدَ الشَّهۡرَ اسے مراد ہے جو رمضان کو طلوع ہوتا دیکھے یعنی رمضان کا چاند جس پر طلوع ہو گا وہ روزے رکھے۔

اب رمضان کا مہینہ اصل میں بیک وقت ہر جگہ اکٹھا طلوع نہیں ہوتا اور یہ بحثیں عام اٹھ رہی ہیں کہ کیوں نہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب مسلمان بیک وقت روزے رکھیں اور یہ جو جھگڑے چل رہے ہیں آج ان کا رمضان شروع ہو گیا کل ان کا رمضان شروع ہو گیا ان جھگڑوں کا قضیہ ہی چکا دیا جائے مگر قرآن تو نہیں چکاتا۔ قرآن کریم نے تو اس مضمون کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ ’’فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ‘‘ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ملک میں رہتے ہو اور اس ملک کے افق الگ الگ ہوں اور اگر ایک شخص نے ’’فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ‘‘ اس کے وقت کو پایا ہو تو اس پر فرض ہے کہ روزے رکھے ۔ ایک وہ جس نے نہیں پایا اس پر فرض نہیں ہے بلکہ مناسب نہیں ہے کہ رکھے۔ اسے انتظار کرنا ہو گا جب تک اس آیت کا اطلاق اس پر نہ ہو۔

تو رمضان بھی بعینہٖ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ شروع نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ممالک بدل جائیں تو پھر تو ویسے ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر جب بھی رمضان کا چاند طلوع ہوگا اس وقت کی جگہ گھپ اندھیرا آدھی رات ہو گی کسی جگہ صبح کا سورج طلوع ہو رہا ہو گا۔ کسی جگہ دوپہر ہو گی۔کسی جگہ عصر کی نماز پڑھی جا رہی ہو گی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے فَمَنۡ شَهِدَ کا مضمون جو ہے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہر گز خدا کا منشا نہیں کہ سب اکٹھے روزے رکھیں، اکٹھے ختم کریں۔ ہر گز یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں ایک دن عید منائی جائے یا سارے ملک میں اگر وسیع ملک ہے ایک ہی دن عید منائی جائے۔ چھوٹے ملک میں تو ممکن ہے مگر وسیع ممالک بعض ایسے ہیں جو شمال سے بہت دور تک جنوب کے ایک حصے میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں ان کے افق بدل جاتے ہیں یا شرقاً غرباً بہت وسیع ہیں۔ اب چلی (Chilli) کو دیکھیں کہ کتنا اوپر سے امریکہ کے وسط سے شروع ہو کر قریباً شروع ہو کر اور جنوب میں وہاں تک چلا جاتا ہے کہ اس سے آگے کوئی اور ملک نہیں ہے جو قطب جنوبی کے قریب تر ہو اس سے۔ اور روس کی چوڑائی اتنی ہے کہ تین گھنٹے کا فرق پڑ جاتا ہے روس کے اندر بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ امریکہ کی چوڑائی میں وسعت اتنی بڑی ہے کہ وہاں بھی کم و پیش اتنا ہی فرق پڑ جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملک میں بھی بیک وقت رمضان شروع ہو سکتا ہے یا بیک وقت ایک ملک میں ایک عید کا دن طلوع ہو سکتا ہے۔

پس قرآن کریم کے جو الفاظ کا انتخاب ہے بہت ہی پر حکمت ہے اور اپنے مضمون کو خود کھول رہا ہے.... فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ جس پر یہ مہینہ طلوع ہو گا اسی کو روزے رکھنے ہیں۔ دیکھا دیکھی سنی سنائی بات پر روزے نہیں رکھنے اور یہاں ’’من‘‘ میں صرف ایک فرد واحد مراد نہیں ہے بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریق یہ جاری فرمایا کہ اگر ایک ہی افق کے لوگ کسی موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر نہ دیکھ سکتے ہوں تو ان میں دو قابل اعتماد یا چار قابل اعتماد کچھ قابل اعتماد لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور وہ کہیں،گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے تو اگر افق مشترک ہے تو سب کا ہی رمضان شروع ہو جائے گا اور اگر افق مشترک ہے تو سب ہی کی عید ہو جائے گی۔ تو من کا لفظ واحد پر بھی آتا ہے اور جمع پر بھی، یہ مراد نہیں ہے کہ ہر ایک جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لے رمضان شروع نہ کرے یہ تو ناممکن ہے۔ جو ہلال ہے خصوصاً پہلے دن کا ہلال وہ تو آنی جانی چیز ہے۔ دیکھتے دیکھتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ انگلیاں اٹھ رہی ہوتی ہیں اتنے میں وہ مطلع سے غائب ہو چکا ہوتا ہے۔ پس ہلال کا مطلع بھی چھوٹا ہوتا ہے اس لئے ’’مَنۡ شَهِدَ‘‘ کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے جو اپنی آنکھوں سے دیکھے صرف وہی شخص روزے رکھے۔ مراد ہے وہ لوگ جن کا افق ایک ہے جن کے ہمیشہ سے ہی چاند اکٹھے طلوع ہوتے ہیں جب طلوع ہوتے ہیں سب پر ہی طلوع ہوتے ہیں جب غروب ہوتے ہیں تو سب پر ہی غروب ہوتے ہیں۔ پس وہ لوگ جن کا افق مشترک ہو ان میں سے کوئی بھی دیکھے تو سب قوم کے دیکھنے کا حکم ان پر صادق آجائے گا گویا ساری قوم نے دیکھ لیا...

سائنسی ذرائع سے چاند کا معلوم کرنا

اب اس مضمون میں ایک پہلو رہ جاتا ہے جس کی عموماً آپ بحثیں سنتے ہیں۔ اور پڑھتے بھی ہیں وہ یہ ہے کہ کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا۔ مَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمۡ کے تابع ہوگا یا نہیں ہوگا؟ اگر ہو تو پھر دیکھنا متروک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہو لیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ تو کیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر رد ہو جائے گا۔ یا پہلے دور کا عمل جاری رہے گا اور مشینی دور کا عمل متروک سمجھا جائے گا۔یہ بحث ہےجو بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا رکھتی ہےحالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرہ برابر بھی کوئی الجھن نہیں۔ الجھن لوگوں کی نافہمی اور ناسمجھی میں ہے۔ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ مَنۡ شَهِدَ کے تابع رہتا ہے اور جہاں مَنۡ شَهِدَ سے بنتا ہے وہاں اس کا عمل درآمد نہیں ہوگا۔وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔جو لوگ نہیں سمجھتے وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور پھر آپس میں خوب ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں آگے عید بھی آئے گی یہ بحثیں چلیں گی بچوں سے سکول میں گفتگو ہو گی دوسرے بچوں کی۔ کالجوں میں یہ معاملہ زیر بحث آئے گا۔ بزنس پر، کاموں پر زیر بحث آئے گا۔ اس لئے سب احمدیوں کو اچھی طرح ہر ملک کے احمدی جو یہ خطبہ سن رہے ہیں ان کو اچھی طرح اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آچکا ہے لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہو۔ اس لئے سائنس دانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگر آپ اچھی طرح ان سے جستجو کر کے بات پوچھیں تو وہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو ہم یہ تو یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہو گا یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہو گا لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ اگر موسم بالکل صاف ہو اور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر مزید ہونا چاہئے اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔اگر وہاں تک پہنچے پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی۔اس لئے ہو سکتا ہے جیسا کہ پچھلے سال مولویوں نے یہاں کیا کہ آبزرویٹری (Observator) سے یہ تو پوچھ لیا کہ چاند کب نکلے گا اور انہوں نے وہی سائنسی جواب دے دیا کہ فلاں دن اتنے بجے طلوع ہو جائے گا اور سورج ڈوبنے کے معاً بعد کا وقت تھا۔ تو مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ اس دن شروع ہو جائے گا رمضان یا عید جو بھی تھی۔ اور بعض دوسرے جو ان میں سے سمجھ دار تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمان یہاں موجود ہیں احمدی نہیں ہیں مگر وہ ان باتوں پر غور کرتے ہیں انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسی عید نہیں کریں گے یا ایسا رمضان نہیں شروع کریں گے اور وہ سچے تھے۔ کیونکہ اگر مولوی صاحبان ان لیبارٹریز سے یا جو ان کے مراکز ہیں آسمانی سیاروں وغیرہ کو دیکھنے وغیرہ کے ان سے پوچھتے تو صاف بات بتا دیتے کہ نکلے گا تو سہی لیکن تم اس کی شہادت نہیں دے سکتے۔تم اپنی آنکھ سے اس کو کبھی بھی نہیں دیکھ سکتے ۔ کیونکہ جتنا نکل کے اونچا جاتا ہے اس طلوع سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور زمین کے قریب کی فضا اس کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے عین نشانے پر پتہ ہو کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کے دیکھیں آپ کو ایک ذرا بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ تو ’’شھد‘‘ کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

’’شھد‘‘ کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے جو دیکھ لے جو پا لے۔ مگر سائنس دان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ تک رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے افق سے اونچا ہو چکا ہو۔جو چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے۔اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو۔ پھر بادل ہوں تو یہ الگ مسئلہ ہے لیکن اگر بادل نہ ہوں تو ننگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ شَهِدَ مِنۡكُمۡ کا حاکم صادق آ گیا۔ کیونکہ شھد کا ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ ننگی آنکھ سے دیکھ سکے۔وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر برابر صادق آئے گا۔اور وہ لوگ جن کا افق ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے فیصلہ کر سکتے ہیں.....

غیر معمولی دنوں والے علاقوں میں روزے

اب ایک بحث ہے کہ رمضان کو سورج سے کیوں نہیں باندھا؟

اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ہر ملک کا موسم الگ الگ ہے۔ بعض ممالک ایسے ہیں جن میں سردیوں میں دن بالکل چھوٹے رہ جاتے ہیں اور گرمیوں میں بے انتہا لمبے ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے اور دن برابر ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے پھر دن برابر نہیں ہیں۔ تو اگر ایک ہی سورج کے حساب سے مہینہ مقرر کر دیا جاتا تووہ مہینہ ہر جگہ ایک ہی طرح ایک ہی موسم میں رہتا کبھی اس میں تبدیلی نہ ہوتی۔ ناروے کے لوگوں کے لئے مثلاً اگر وہ مہینہ سردیوں میں ہوتا تو ناروے کے لوگوں کے لئے ادھر روزہ رکھا اور ادھر کھولنے کا وقت آگیا اور جو جنوبی قطب کے پاس رہتے ہیں ان کا روزہ ختم ہی نہ ہوتا۔جو زیادہ قریب ہیں وہ تو سال بھر روزہ چلتا لیکن جو ذرا مناسب فاصلے پر ہیں ان کا بھی ہو سکتا ہے 23 گھنٹے کا روزہ ہو۔ ایک گھنٹے کے اندر نمازیں بھی پڑھنی ہیں تہجد بھی پڑھنی ہیں کھانا بھی کھانا ہے اور پھر 23 گھنٹے کے روزے کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اول تو جو 23 گھنٹے والا واقعہ ہے وہ احادیث کے مضمون کی روشنی میں حقیقت میں ممکن ہی نہیں ہے یہ بھی میں آپ کو اچھی طرح سمجھا دوں۔اس لئے قرآن کریم نے جو فرمایا ہے علامتیں جاری فرمائی ہیں دو طرح سے۔ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق چاند سے ہے ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق سورج سے ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں عبادتیں دونوں طرح اکٹھی ہو گئی ہیں۔ کسی اور مہینے میں اس طرح عبادتیں اکٹھی نہیں ہوئیں جس طرح رمضان کے مہینے میں عبادتیں ہر پہلو سے جڑ گئی ہیں یعنی سورج کے سال کا بھی تعلق ہے اور چاند کے سال کا بھی تعلق ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی عبادات کا تعلق ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ روزانہ نمازیں بھی تو مغرب کے بعد آتی ہیں۔ آتی تو ہیں مگر وہ سورج کے حوالے سے آتی ہیں چاند کے کے حوالے سے نہیں۔ پانچ نمازیں جو فرض ہیں اور تہجد کے وقت یہ سارے کے سارے سورج کی علامتوں سے تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ چاند کے تعلق سے جو عبادت آتی ہے وہ صرف رمضان کی ہے۔ یا پھر حج ہے جو چاند سے تعلق رکھتا ہے مگر اس کے علاوہ تمام عبادتیں سورج سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کے ساتھ نمازوں کو باندھ کر یہ بات نا ممکن بنا دی ہے کہ ایک انسان علامتوں کے مطابق ایسی جگہ پانچ نمازیں ادا کر سکے جو شمالی قطب یا جنوبی قطب کے بہت قریب ہو۔ اور یہ ناممکن بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع فرما دی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے دجال کا زمانہ۔ جب کہ دن دنیا میں بعض جگہ روزمرہ کے 24 گھنٹے کے دن ہوں گے اکثر جگہ تو یہی ہو گا لیکن بعض جگہیں ایسی بھی ہوں گی جہاں لمبے ہوں۔ کہیں چھ مہینے کا دن ہو گا۔ کہیں سال کا دن بھی ہو گا۔یہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا کہ آئندہ زمانے کے انسان کے لئے مشکل نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی صحابہؓ میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا جب ایک سال کا دن آئے گا تو ہم اس ایک سال میں پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا بالکل نہیں اندازہ لگا کر اپنے ویسے ہی دن تقسیم کرنا جیسے روز مرہ کے معمول کے دن ہیں اور جب وہ دن گزرے تو اس کے مطابق اپنی پانچ نمازیں پوری کیا کرنا۔ تو جہاں سورج کی ظاہری علامتیں قاصر رہ جائیں کہ ایک دن کے خدوخال کو نمایاں کر سکیں۔ جہاں سورج کی ظاہری علامتیں عاجز آ جائیں کہ دن 24 گھنٹے کے اندر باندھے رکھیں۔ وہاں نمازوں کے احکامات بدل گئے وہاں اندازے شروع ہو گئے اور اندازوں کی شریعت نے اجازت دی۔ اور اس میں حکمت ظاہر و باہر ہے۔اول تو یہ کہ لمبے روزے میں تو سارے شہید ہو جاتے ایک ہی روزے میں۔ اور چھوٹے روزے کا پتہ نہیں لگتا ہے کہ کیسے رکھیں وہ ایک تماشہ سا بن جاتا۔ مگر جہاں بھی یہ اجنبی دن چڑھتے ہیں۔خواہ وہ ایک دن کے چوبیں گھنٹے کے دائرے میں بھی رہیں تو قرآن کریم کا کمال یہ ہے عبادت کی علامتیں ایسی بتائی ہیں کہ وہاں علامتیں عبادت کو ان دنوں کے اندر ساکت کردیتی ہیں اور اندازہ شروع ہو جا تا ہے۔ یعنی غیر معمولی دن کے لئے ضروری نہیں کہ 24 گھنٹے سے لمبا ہو۔24 گھنٹے سے قریب دن پہنچا ہوا ہو۔ تب بھی وہ ناممکن دن بن جائے گا اور جہاں وہ ناممکن دن بنے گا وہیں سے اندازہ شروع ہو جائے گا۔

بات یہ ہے کہ اگر دن فرض کریں اٹھارہ گھنٹے کا ہو (یعنی سورج نکلنے سے روزے کی بات نہیں کر رہا) دن سورج نکلنے کے سے سورج غروب ہونے تک 18 گھنٹے ہوں تو پیچھے 6 گھنٹے کی جو رات رہ جائے گی اس رات میں صبح اور شام کی شفق اتنی پھیل چکی ہوں گی کہ ان کے درمیان سیاہی آئے گی ہی نہیں۔پس جب سیاہی غائب ہو گئی تو نمازوں کی تقسیم ممکن نہ رہی۔ مغرب کس وقت پڑھیں گے۔ عشاء کس وقت پڑھیں گے، تہجد کس وقت ہوگی، صبح کس وقت طلوع ہوگی یہ ایک ہی چیز ہو جاتی ہے۔چنانچہ ہم نے خود ایسے دن دیکھے ہیں جب ہم گرمیوں میں ایک دو سال پہلے ناروے گئے تھے شمال کی طرف تو جہاں 24 گھنٹے کا دن شروع ہو چکا تھا وہاں تو بالکل ہی معاملہ اور ہے۔ وہاں تو صبح بھی سورج دوپہر کو بھی رات کو بھی آدھی رات کو بھی اور سورج نکلے ہوئے میں تہجد پڑھنی پڑتی تھی مگر اندازے کر کے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصدق الصادقین ہیں سب سچوں سے بڑھ کر سچے اور یہ ایک بات بھی آپؐ کی سچائی پر سورج سے بڑھ کر زیادہ روشن گواہ بن جاتی ہے۔ اس اندھیرے زمانے میں اتنی روشنی سے چودہ سو سال بعد کے حالات معلوم کئے اور ان پر روشنی ڈالی۔ اتنی دور تک روشنی ڈالنے والا نبی اس شان کا کوئی دکھاؤ تو سہی۔ فرمایا دو دن ہوں گے جب بھی وہ دن عام عادت سے بدل چکے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے روزمرہ کے عادی دنوں کے مطابق اندازے کرنا۔عادی دن وہ ہیں جن میں پانچ نمازیں سورج کی علامتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز کی جا سکتی ہیں۔ جہاں وہ نمازیں ممتاز نہیں ہو سکتیں وہاں اندازہ شروع۔ اور پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ تو اس لئے یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ رمضان مبارک کو چاند کے ساتھ جو باندھا ہے اب میں اس طرف واپس آ رہا ہوں اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ مہینہ جگہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی یہ جنوب والے لوگوں کے لئے آسان ہو جا تا ہے کبھی شمال والوں کے لئے۔ پس ایسے موقع پر اگر یہ سورج والا مہینہ ہوتا تو بعض لوگوں پر ہمیشہ بہت ہی سخت رہتا۔ لمبے سے لمبا دن اور پرآزار دن جس میں گرمی سے لوگوں کی زبانیں سوکھ جاتیں اور تڑپ تڑپ کے بعض جان دے دیتے۔ ہمیشہ مسلسل ایسی ہی تکلیف لے کر ان کے لئے آتا اور بعض جگہ اتنا چھوٹا ہوتا اور موسم بھی ٹھنڈا کہ ان کو پتہ ہی نہ لگتا بلکہ ان کے لئے مصیبت ہوتی کہ کھائیں کیسے۔ ایک روزہ افطار بھی کریں اور سحر بھی کریں۔ بیچ میں تہجد بھی پڑھیں۔ چند گھنٹوں کے اندر یہ ممکن نہیں ہے۔ پس کتنے گھنٹے کے لئے ممکن ہے اس کی علامتیں ساتھ بیان فرما دی گئیں کہ جہاں سورج کی علامتوں سے عبادتیں کھل کے واضح ہوں جہاں رمضان پر یہ بات صادق آئے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو سکے وہ دن معمول کے دن ہیں۔ جہاں ان میں سے کوئی علامت اطلاق نہ پائے وہاں تم نے اندازے کرنے ہیں۔ معمول کے دن قرآن کی تعریف سے بنیں گے کہ جن دنوں میں صبح کی سفیدی اور شام کے درمیان ایک اندھیرا حائل ہو تاکہ قرآن کریم کی یہ بات پوری اتر سکے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے الگ ہو جائے۔اور اگر دونوں دھاگے ہی سفید ہوں تو پھر الگ کیسے ہوں گئے۔ اس لئے تمام جماعتوں میں علماء کے ایسے بورڈ بنانے چاہئیں ان تمام جماعتوں میں جو یا جنوب کے زیادہ قریب ہیں یا شمال کے زیادہ قریب ہیں۔تاکہ اپنی جماعتوں کی رہنمائی کر سکیں۔اور امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں بعض دفعہ ایک رمضان ایک جگہ غیر معمولی ہو جاتا ہے دوسری جگہ معمولی رہتا ہے اور جتنا شمال کی طرف یا جنوب کی طرف جائیں گے اتنا ہی ایک ملک کے اندر رہتے تفریق کرنی پڑتی ہے۔ پس بجائے اس کے۔ آپ ہر بات مرکز سے لکھ کر ہم سے حساب کروائیں۔ اصول سمجھ لیں اور پھر جو آپ کے ہاں مختلف گورنمنٹ کے محکمے ہیں موسمیات کے ان سے مشورہ کریں۔ آبزرویٹری (observatory) جو بھی ہے جو بھی ان کا رسدگاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں سے وہ زمین و آسمان کا مطالعہ کرتے ہیں یعنی موسمیات کے دفتر اور ان کے محکمے ان سے مشورہ کر کے مختلف جماعتوں کے لئے رمضان سے پہلے ہی ان کے شیڈول (Schedule) بنانے چاہئے۔ اور بتانا چاہئے کہ فلاں جماعت کا معمول کا رمضان فلاں دن سے فلاں دن تک ہے۔اور فلاں دن سے فلاں دن تک کا جو رمضان کا حصہ ہے وہ معمول سے نکل گیا ہے۔ اس لئے وہاں آپ کو قرآن کریم اختیار دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن کا مفہوم سمجھا اور وہی درست ہے وہ آپ کو اختیار دیتا ہے کہ اندازے کے مطابق اپنی نمازوں کو بھی تقسیم کریں اور روزوں کے وقت بھی مقرر کریں۔

اور ایسی صورت میں دو طریق ہیں دونوں میں سے ایک آپ اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ معمول کے دن کے روزوں سے مراد بارہ گھنٹے کا دن بارہ گھنٹے کی رات لے لی جائے جو وسطی ہے۔ لیکن اگر یوں کریں گے تو ان دنوں کا اس ملک کے باقی دنوں سے بہت زیادہ فرق ہو جائے گا۔اور جہاں بھی معمول کے دنوں کا غیر معمولی دنوں سے جوڑ ہوگا وہاں تفریق بہت بڑی ہو جائے گی۔ اس لئے دوسرا جو طریق ہے جو میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے سے قریب تر معمول کے دنوں کے مطابق عمل کریں۔ یعنی اگر ساٹھ یا ستر ڈگری شمال پر ایک ملک کا کوئی شہر آباد ہے اور اس ملک کا ایک حصہ پچاس ڈگری یا چالیس ڈگری شمال پر بھی ہے اگر ایک سال میں جو جنوبی حصہ ہے اس کا سارا رمضان معمول کا رمضان ہے یعنی سورج کی علامتیں اور چاند کی علامتیں پوری اس پر صادق آرہی ہیں اور شمالی حصے پر صادق نہیں آرہی ہیں توبجائے اس کے کہ وہ چھلانگ لگا کر خط استواء تک پہنچے اور وہاں کا معمول پکڑے، عقل تقاضا کرتی ہے کہ اپنے ہی ملک میں جو قریب تر جگہ ہے جہاں معمول کے روزے چل رہے ہیں ان کے اندازے کے مطابق اپنے روزوں کے اندازے کر لیا کرے۔ تہجد کا وقت بھی اس کے مطابق کرے اور سحری کا وقت بھی اور افطاری کا وقت بھی اور اس طریق پر انشاءاللہ تمام جماعت اسلامی کو وقت کے اختلاف کے باوجود بھی ایک وحدت ضرور نصیب ہوگی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جنوری 1996ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل)
(خطبات طاہر جلد 15 ص 41تا54)

اُمِ سبیکہ۔ سیرالیون

رمضان المبارک اور حقیقی عید

ایک روایت میں ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص محض للہ دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کرے گا اس کا دل ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا جائے گا اور اس کا دل اس وقت بھی نہیں مرے گا جب سب دنیا کے دل مر جائیں گے۔

(ابن ماجہ کتاب الصیام۔ باب فی من قام فی لیلۃ العیدین)

پس رمضان کی پاک تبدیلیوں کو جو دلوں میں پیدا ہوتی ہیں ان کو مستقل بنانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے کیسے خوبصورت انداز میں ترغیب دلائی ہے۔ عید کی خوشیوں میں اکثر لوگ بھول جاتے ہیں کہ نماز بھی وقت پہ پڑھنی ہے کہ نہیں، تو رات کی عبادات کی طرف، نوافل کی طرف توجہ دلا کر یہ بتا دیا کہ فرائض تو تم نے پورے کرنے ہی ہیں لیکن اگرہمیشہ کی رضا اور خداتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی ہے تو ان دنوں میں راتوں کو بھی عبادات سے سجاؤ۔ رمضان کے بعد بھی اور خاص طور پر ایسے موقعوں پر جو کہ خوشی کے مواقع ہوتے ہیں ۔ جب آدمی کو دوسری طرف توجہ زیادہ ہو رہی ہوتی ہے۔ صرف ڈھول ڈھمکوں اور دعوتوں میں ہی نہ وقت گزار دو۔ پس یہ عبادتیں جو ہیں یہ زندگی کا مستقل حصہ بنی چاہئیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ، الصَّلَاةُ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ۔ فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ۔

(بخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عید گاہ میں جا کر سب سے پہلے نماز عید پڑھایا کرتے تھے۔ سلام کے پھیرنے کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ۔آنحضور ﷺ کے خطاب کے دوران لوگ صفوں میں ہی بیٹھے رہتے۔آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے ان کو تاکیدی احکام سے مطلع فرماتے۔ ان کو اپنے ارشادات سے نوازتے۔ اگر کسی گروہ کو کہیں روانہ کرنا ہوتا تو اس کا انتخاب فرما تے اور اگر کسی شے کا حکم دینا ہوتا تو حکم دیتے پھر عیدگاہ سے لوٹ آتے۔

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيْدِ مَاشِيًا وَأَنْ تَأْكُلَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ۔

(ترمذی کتاب العیدین ۔ باب ماجاء فی المشی یوم العید)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عید کے لئے پیدل جانا اور عید کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھا لینا سنت ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ الْأَبْكَارَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضَ فِي الْعِيْدَيْنِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ فَلْتُعِرْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔

(ترمذی کتاب العیدین ۔ باب فی خروج النساء فی العیدین)

حضرت اُمِّ عطیہؓ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکیوں اور جوان لڑکیوں ، پردہ نشین خواتین اور حائضہ عورتوں کو عید گاہ کے لئے جانے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ البتہ حائضہ خواتین نماز پڑھنے والی جگہ پر نہیں جاتی تھیں مگر دعا میں شامل ہوتی تھیں۔ ایک عورت نے عرض کی اگر کسی خاتون کے پاس (پردہ کے لئے) چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاہئے کہ اس کی بہن اس کو عاریتاً چادر دے۔

عید گاہ میں مختلف راستوں سے آنا اور جانا

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْتِي الْعِيْدَ مَاشِيًا وَيَرْجِعُ فِي غَيْرِ الطَّرِيْقِ الَّذِي ابْتَدَأَ فِيْهِ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوۃ و السنۃ فیہا)

محمد بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید کے لئے پیدل جایا کرتے تھے اور جس راستے سے تشریف لے جاتے اس سے مختلف راستے سے واپس لوٹتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

آج عید کا دن ہے اور رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا ہے ۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ایام تھے جبکہ اس نے اس ماہ مبارک میں قرآن شریف کا نزول فرمایا اور عامہ اہل اسلام کے لئے اس ماہ میں ہدایت مقدر فرمائی۔ راتوں کو اُٹھنا اور قرآن شریف کی تلاوت اور کثرت سے خیرات و صدق اس مہینے کی برکات میں سے ہے۔ آج کے دن ہر ایک کو لازم ہے کہ سارے کنبہ کی طرف سے محتاج لوگوں کی خبر گیری کرے۔ دوبک گیہوں کے یا چار جَوکے ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ نماز سے پیشتر ضرور ادا کیا جاوے اور جن کو خدا نے موقع دیا ہے وہ زیادہ دیویں۔

(خطبات نور صفحہ 179)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رمضان گزر گیا اور وہ دن آ گیا جسے عید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رمضان ہمیشہ ختم ہو جاتے ہیں اور خدا اپنے بندوں کے لئے عیدیں بھیج دیتا ہے ۔لمبے سے لمبا عرصہ امتحان کا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھا ہے رمضان کا مہینہ ہے۔ تیس دن خدا کے بندے روزے رکھتے ہیں، بھوکے رہتے ہیں، پیاسے رہتے ہیں، شہوانی تقاضوں سے بچتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، تلاوت قرآن کریم زیادہ کرتے ہیں، ذکر الٰہی کرتے ہیں اور بعض تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ غرض یہ تیس دن کا مہینہ دینی لحاظ سے عجیب لطف اور مزے کا مہینہ ہوتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے ایک امتحان ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بندے بھوکے اور پیاسے رہتے اور شہوانی تقاضوں سے اپنے آپ کو مجتنب رکھتے ہیں لیکن یہ ابتلاء ایک مہینہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے عید کا دن لے آتا ہے۔ اس طرح مومنوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں تو وہ ہمیشہ عارضی ہوتی ہیں اور ان کے بعد جلد ہی خوشی اور راحت کا دن آجاتا ہے۔ لیکن بندہ جب خود اپنے لئے کوئی مصیبت پیدا کرتا ہے تو بعض دفعہ وہ اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ نسلاً بعد نسلٍ وہ مصیبت چلتی جاتی ہے اور بعض دفعہ تو صدیوں تک وہ مصیبت سروں پر مسلط رہتی ہے اور عید آنے میں ہی نہیں آتی بلکہ روزبروز دور ہوتی چلی جاتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 1 صفحہ 321)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حقیقی عید وہی ہے جس میں انسان کو عمل میں لذت محسوس ہونے لگے اور وہ خدا کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کی آگ میں کودنے کے لئے تیار رہے اور کبھی ترک عمل کے قریب بھی نہ جائے۔ یہ مقام جب کسی فرد یا قوم کو حاصل ہو جاتا ہے تو اسے حقیقی عید میسر آ جاتی ہے اور دینی اور دنیوی مقاصد میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔پس کوشش کرو کہ تمہیں یہ عید میسر آئے اور تمہاری تمام تر لذت اور تمہاری ساری خوشی اسی بات میں ہو جائے کہ تم خدا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردو اور اسی کو اپنی عید سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور وہ تمہیں اس حقیقی عید سے حصہ دے جس کے میسر آنے کے بعد دنیا کی کوئی تکلیف انسان کو پریشان نہیں کر سکتی۔

(خطبات محمود جلد1 صفحہ 265)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 12جولائی 1983ء کو عید الفطر کے روز خطبۂ عید میں فرمایا۔

رمضان المبارک کے کئی اسباق ہیں ان میں سے دو بڑے گہرے سبق ہیں جو دراصل رمضان ہی کا نہیں بلکہ ہر مذہب کا خلاصہ ہیں ان میں سے ایک عبادتِ الٰہی ہے اوردوسرا بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی اورپیار اور خدمتِ خلق اور لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا ہے۔ یہ دوگہرے سبق ہیں جو رمضان ہمارے لئے لے کر آتا ہے ....جیسا کہ میں نے بتایا ہے عید کا دوسرا پہلو خدمتِ خلق ہے۔ غریب کے دکھ میں شریک ہونا اس کا دکھ بانٹنا اور اپنا سکھ اس کے ساتھ تقسیم کرنا یہ اور اس قسم کے دوسرے نیکی کے کام خدمتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ رمضان سے پہلے میں نے احباب جماعت پر بڑی تفصیل سے واضح کیاتھا کہ رمضان میں ایک بڑا گہرا سبق پایا جاتا ہے اور روزہ کے اندر دوسری بہت سی حکمتوں کے علاوہ ایک بڑی گہری حکمت یہ ہے کہ امراء بھی غریبوں کے دُکھوں کو سمجھنے کے اہل ہو سکیں۔ ان تلخیوں سے گزریں جن تلخیوں میں سے اکثر غرباء ہمیشہ گزرتے ہیں اور وہ ایک طرف تو خدا کا شکر کریں کہ یہ ایک مہینہ جو ہم نے گزارا ہے ہمارے بعض بھائی ایسے ہیں جن کے بارہ مہینے اسی طرح گزرتے ہیں اور پھر اس شکر کے ساتھ ان کے بارہ مہینے کے دکھ آسان کرنے کی کوشش کریں۔ یہ وہ دوسرا سبق ہے جو رمضان شریف نے ہمیں عطا کیا ہے۔

پس لازماً اس عید میں بھی خدمتِ خلق کا پھل لگنا چاہئے۔ یہ دوسرا میٹھا پھل ہے جو اس عید کو قدرتی طور پر عطا ہونا چاہئے۔ لیکن اگر آپ اس پھل کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور اپنی

لذّتیں دوسری جگہ ڈھونڈیں تو آپ یقیناً بور ہوں گے کیونکہ یہ بات اور یہ سوچ انسان کو اپنے مقصد سے ہٹانے والی ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو وہ مسئلہ بھی حل ہوجاتاہے جو بعض لوگوں کے لئے پیدا ہو جاتا ہے کہ مزاج خراب ہو رہے ہیں، مصیبت پڑی ہوئی ہے،بور ہو رہے ہیں،انہی گھروں میں اور اپنے رشتہ داروں میں جا جا کر جن کے گھروں میں ہمیشہ جاتے تھے۔......میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں۔ آپس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بانٹیں کیونکہ یہ حق ہے۔ ذی القربیٰ کا بھی حق ہے ۔ دوستوں کا بھی حق ہے، یہ حقوق بھی ادا ہونے چاہئیں۔ لیکن ایک حق جو آپ مار کر بیٹھ گئے ہیں جب تک وہ حق ادا نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ نہیں دیکھ سکیں گے اور و ہ حق جس کے متعلق میں نے کہا ہے مارکر بیٹھ گئے ہیں اس حق سے مراد ہے۔

فِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ۔ لِلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ۔

(المعارج: 27,26)

کہ جن کو ہم نے بڑ ی بڑی نعمتیں عطا کی ہیں اور دولتیں بخشی ہیں ان کے اموال میں غرباء کا حق ہے۔ ...اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی تو کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے رب سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر اور ان کے حالات سے بے خبر ی میں رہ کر ہم نے بڑے نا شکری کے دن کاٹے ہیں، ہم تیرے بڑے ہی ناشکر گزار بندے تھے، نہ ان نعمتوں کی قدر کر سکے جو تُونے ہمیں عطا کر رکھی تھیں نہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال جان سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں اور واپس آکر وہ روئیں گے خداکے حضور اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان آنسوؤں میں وہ اتنی لذّت پائیں کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہو ں گی۔ ان کو بے انتہاء ابدی لذتیں حاصل ہوں گی اور زائد نہ ہونے والے بے انتہاء سرور ان کو عطا ہوں گے۔

یہ ہے وہ عید جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی عید ہے۔ یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے ۔ پہلے بھی یہی عیدیں تھی جو خدا نے عطا کی تھیں۔لیکن بعد میں آنے والوں نے ان عیدوں کے مزاج بدل ڈالے۔ ان کے مضمون کو بھلا دیا۔ اپنی عید کے رنگ بگاڑ دیئے تو وہ عیدوں کے مقاصد سے دُور جا پڑے ۔ ان کے لئے وہ عیدیں ، عیدیں نہ رہیں جو خدا اپنے مومن بندوں کو عطا کرنا چاہتا ہے۔“

(الفضل 26 جولائی 1983ء)

****

انیس احمد خلیل

اسلامی مہینوں کا تعارف

شوال المکرم

شوال اسلامی ہجری کیلنڈر کا دسواں مہینہ ہے۔ اسے شوال المکرم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مبارک مہینہ وہ ہے کہ جو حج کے مہینوں کا پہلا مہینہ ہے (یعنی حج کی نیت سے آغازِ سفر) اسے شَھۡرُالۡفِطۡر بھی کہتے ہیں ۔اس ماہ کی پہلی تاریخ کو مسلمان عید الفطر مناتے ہیں۔عید الفطر منانے کا آغاز سن 2ہجری سے ہوا۔

وجہ تسمیہ:

اس کے نام کے متعلق مختلف آراء مند رجہ ذیل ہیں۔

1: شوال کا لفظ عربی زبان کے مقولے ”شالت الإبل بأذنابها للطراق“ سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ جفتی کے لئے اپنی دم اٹھائے، اس کی جمع: ”شواویل“، ”شواول“ اور ”شوالات“ آتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

2: یہ ”شَول“سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونٹنی کا دُم اٹھانا (یعنی سفر اختیار کرنا) ہے۔ اس مہینہ میں عرب لوگ سیر و سیاحت اور شکار کھیلنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے۔ اس لئے اس کا نام شوال رکھا گیا۔

3: لفظ شوال شائلہ سے نکلاہے شائلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو سات آٹھ ماہ کے حمل کے دوران اپنا دودھ دینا بند کردیتی ہے۔ایام جاہلیت میں یہ ایسے موسم میں آتا تھاجب کہ اونٹنیوں کا دودھ اٹھ جاتا تھا لہٰذا شوال نام رکھاگیا۔

شوال کے چھ روزے:

شوال میں (عید کے دوسرے دن سے) چھ دن روزے رکھنا بڑا ثواب ہے جس مسلمان نے رمضان المبارک اور ماہِ شوال میں چھ روزے رکھے تو اس نے گویا سارے سال کے روزے رکھے یعنی پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنۡ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتۡبَعَہ سِتًّا مِّنۡ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھۡرِ۔

(مسلم کتاب الصیام باب استحباب صوم ستت ایام من شوال)

جس آدمی نے رمضان شریف کے روزے رکھے۔ اور پھر ان کے ساتھ چھ روزے شوال کے ملائے تو اس نے گویا تمام عمر روزے رکھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتاہے۔کہ جو نیکی کرے تو اس کے لئے اس کا دس گنا اجر ہے۔(الانعام :161) اس لحاظ سے رمضان کے تیس روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزے ملا لیے جائیں تو کل چھتیس روزے ہوتے ہیں ، پھر ان میں ہر روزہ جب دس روزے کے برابر ہوگا، تو چھتیس روزے تین سو ساٹھ روزوں کے برابر ہوجائیں گے، اور چونکہ ایک سال میں کم و بیش 365 دن ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ روزے پورے سال کے روزوں کے برابر ہوئے۔

حضرت مسیح موعودؑ شوال کے چھ روزوں کا باقاعدہ التزام فرمایاکرتے تھے۔ اس بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمدصاحب لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت والدہ صاحبہ سے پوچھاکہ آخر عمر میں بھی آپ نفلی روزے رکھتے تھے یا نہیں؟والدہ صاحبہ نے کہاکہ آخر عمر میں بھی آپ روزے رکھا کرتے تھے۔خصوصاًشوال کے چھ روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے اور جب کبھی آپ کو کسی خاص کام کے متعلق دعا کرنا ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھتے تھے ہاں مگر آخری دو تین سالوں میں بوجہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔(سیرۃ المہدی جلد اول ص14ازحضرت مرزا بشیر)

شوال کے مہینہ میں ہونے والے اہم واقعات

شوال سنہ 1ھ: رخصتی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ وقوع میں آئی۔

شوال سنہ 2ھ: پہلی مرتبہ عید الفطر کی نماز ادا کی گئی۔

شوال سنہ 3ھ: غزوہ احداور غزوہ حمرآءالاسدواقع ہوا

شوال سنہ 5ھ:غزوہ احزاب جسکا دوسرا نام غزوہ خندق بھی ہے واقع ہوا۔

شوال سنہ 6ھ:غزوہ مریسیع واقع ہوا۔

شوال سنہ 8ھ: حضرت محمد صل اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لیے پہنچے۔

مسنون خطبہ جمعہ و عیدین

- حضرت جابرؓ بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ (جمعہ یا عید کے روز)رسول کریمؐ کے دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ (خاموش) بیٹھتے تھے ۔خطبہ میں آپ قرآن شریف کی تلاوت کر کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ (مسند احمد)
- حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن نبی کریمؐ کا خطبہ اِس طرح ہوتا تھا کہ پہلے آپ اللہ کی حمد اور ثناء کرتے تھے پھر اس کے بعد بآوازِ بلند باقی خطبہ پڑھتے تھے۔ (مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف من الصلاۃ والخطبۃ)عید میں بھی یہی طریق تھا۔

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود اور عبد اللہ بن عبّاسؓ کی روایت کے مطابق **اِس مسنون خطبہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔**

- اَلحَمدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہ، وَنَستَعِینُہ، وَنَستَغفِرُہ، وَنَعُوذُبِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَاوَمِن سَیِّئَآتِ اَعمَالِنَا مَن یَھدِہِ اللّٰہ فَلَا مُضِلَّ لَہ، وَمَن یُضلِل فَلَا ھَادِیَ لَہ، وَاَشھَدُ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَحدَہ، لَا شَرِیکَ لَہ، وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہ، وَرَسُولُہٗ ۔

(مسلم کتاب الجمعہ۔ ترمذی کتاب النکاح باب خطبۃ النکاح ۔ ابوداؤد کتاب النکاح باب خطبۃ النکاح)

ترجمہ:۔تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ۔ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اُس سے ہی ہم مدد طلب کرتے ہیں اور اُسی سے ہم بخشش مانگتے ہیں ۔اور ہم اپنے نفسوں کے شرّ سے اور اپنے اعمال کے بدنتائج سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ۔جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ۔اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں ۔

خطبہ جمعہ نماز سے قبل اور خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے۔ (مسلم کتاب العیدین)

خطبہ مسنونہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہ، وَنَستَعِینُہ، وَنَستَغفِرُہ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَاوَمِن سَیِّئَآتِ اَعمَالِنَا مَن یَھدِہِ اللّٰہ فَلَا مُضِلَّ لَہ، وَمَن یُضلِل فَلَا ھَادِیَ لَہ، وَاَشھَدُ اَن لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَحدَہ، لَا شَرِیکَ لَہ، وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہ، وَرَسُولُہٗ کے بعد یہ الفاظ بھی بعض خطباتِ نبویؐ میں پڑھنے ثابت ہیں۔

اِنَّ اَصدَقَ الحَدِیثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَاِنَّ اَفضَلَ الھَدیِ ھَدیُ مُحَمَّدٍ وَّ شَرُّ الۡاُمُورِ مُحدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحدَثَۃٍ بِدعَۃٌ وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ۔

(نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین باب کیف الخطبۃ)

ترجمہ :-بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے ۔اور سب سے افضل سنّت محمد مصطفیؐ کا طریق ہے اور سب سے بُری بات نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے ۔ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جاتی) ہے ۔ (خزینۃالدعا از حافظ مظفر احمد)

فراز یاسین ربانی۔گھانا

ایک احمدی مسلمان کی عید

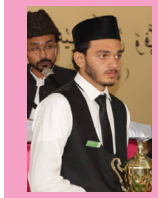

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدّھر:9)

ترجمہ:اور اُس (خدا)کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ رمضان کا بابرکت مہینہ کچھ ہی لمحات میں ہم سے جدا ہو گیا ہے۔رمضان المبارک نے ہمیں ایک طرف تو عبادات کا اعلیٰ ذوق عطا کیا تو دوسری طرف سارا دن بھوکا پیاسا رہ کر اپنے غریب بھائیوں کی تکلیف کا اندازہ کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ مذہب کی بنیاد انہی دو باتوں پر ہوتی ہے ۔یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔رمضان کو بھرپور طریق پر منانے کے انعام کے طور پر خدا تعالیٰ نے ہمیں عید الفطر عطا کی ہے اور نماز کی پہلی رکعت میں سات تکبیرات زائد رکھیں اور دوسری میں پانچ تکبیرات زائد رکھیں جو کل 12 تکبیرات بنتی ہیں۔ تا کہ ہمیں عید والے دن یہ پیغام دے سکے کہ جس رمضان کی برکت سے تم یہ عید منا رہے ہو اس رمضان کی برکات اور فیوض 12مہینے جاری رکھنا ۔عید کے مواقع پر آنحضرت ﷺ جو خطاب فرمایا کرتے ان سے بھی اسی طرف تلقین خوب عیاں ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہیں کہ حضور ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے خطاب میں تاکیدا فرماتے (تصدقوا ،تصدقوا،تصدقوا) یعنی صدقہ کرو، صدقہ کرو، صدقہ کرو۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت(ﷺ)نے فرمایا:جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی بے چینی اور تکلیف کو دور کیا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی بے چینیوں اور تکلیفوں کو اُس سے دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگدست کو آرام پہنچایااور اُس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اُس کے لئے آسانیاں مہیا کرے گا... اللہ تعالیٰ اُس بندے کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار ہو۔

(مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تُو نے میری عیادت نہیں کی تھی۔وہ کہے گا تُورب العالمین ہے میں تیری عیادت کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تُو نے اس کی عیادت نہیں کی؟کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تُو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تُو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ کہے گا اے میرے رب تُو تو رب العالمین ہے تمام جہانوں کو کھانا کھلانے والا ہے میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تُو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا؟ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو گویا تُو نے مجھے یہ کھانا کھلایا ہوتا۔پھر فرمایا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تُو نے مجھے پانی نہ پلایا۔وہ کہے گا اے میرے رب تُو رب العالمین ہے،میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ تُو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تُواسے پانی پلاتا تو گویا تُو نے یہ پانی مجھے ہی پلایا ہوتا۔

(صحیح مسلم کتاب البر و الصلہ باب فضل عیادۃ المریض)

رسول اللہ ﷺ کے فیض سے منور ہو کر حضرت مسیح موعود اور خلفاء نے بھی اسی امر کی توجہ دلائی ہیں۔

حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خدا تعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے... پس جو شخص خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے۔

(ملفوظات جلد4صفحہ 215-216)

نیز فرمایا: نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ (ملفوظات جلد4ص844)

فرمایا:سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنے قریبوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور انکی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور مسکینوں کو فقر و فاقہ سے بچاتے ہیں۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد1ص637)

پھر فرماتے ہیں: اگر خدا تعالیٰ اپنا فضل کر ے او ر دولت مند آدمی اپنے مال و دولت پر ناز نہ کرے اور اس کو بندگان خدا کی خدمت میں صَرف کرنے اور ان کی ہمدردی میں لگانے کے لئے موقع پائے اور اپنا فرض سمجھے تو پھر وہ ایک خیرکثیر کا وارث ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ439)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ... کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔علیٰ حُبِّهٖ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عَلٰی حُبِّ الطَّعَامِ۔یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عَلٰی حُبِّ اِطْعَامِ الطَّعَامِ۔اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عَلٰی حُبِّ اللّٰہِ۔یعنی اس آیت میں تین درجے بیان کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ مومن،مسکین،یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔علیٰ حُبِّ الطَّعَامِ۔باوجود مال کی محبت یا طعام کی محبت کے یعنی باوجود اس کے کہ اُنہیں خود کھانے کی ضرورت ہوتی ہے پھر بھی وہ غرباء و مساکین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے اور اپنی ضروریات کو پس پُشت ڈال کر اُن کو کھانا کھلانا مقدّم سمجھتے ہیں۔دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ کھانا کھلاتے ہیں عَلٰی حُبِّ اِطْعَامِ الطَّعَامِ۔ جبکہ اُنہیں کھانا کھلانے سے محبت ہوتی ہے یعنی اُن کی طبیعت میں صدقہ وخیرات دینا اِس قدر گہرے طور پر داخل ہو چکا ہوتا ہے کہ اُنہیں اُس وقت تک چین اور آرام ہی نہیں آتا جب تک وہ دوسروں کو کھانا نہ کھلا لیں۔تیسرے معنی اِس کے یہ ہیں کہ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّ اللّٰہِ۔و ہ محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔اُن کی یہ غرض نہیں ہوتی کہ لوگ اُن کی تعریف کریں یا جن کو کھانا کھلایا گیا ہے اُن سے کوئی فائدہ حاصل کریں یا اُنہیں کوئی ثواب ملے بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو مدنظر رکھتے ہیں۔(تفسیر کبیر جلد9 صفحہ 468-469)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

پس عید میں جہاں آپ اپنے خاندان کے ساتھ خوشیاں منائیں گے...ان خوشیوں کو ضرور قائم رکھیں،ان روایات کو زندہ رکھیں لیکن جہاں تک ممکن ہو کچھ وقت غرباء کے لئے بھی نکالیں کچھ نعمتیں اُن کے سامنے بھی پیش کریں تا کہ وہ بھی آپ کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

(خطبات طاہر جلد9صفحہ215)

حضرت اقدس محمد ﷺ روزوں کے بعد کی عید اس طرح منایا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو یہ توجہ دلایا کرتے تھے کہ پہلے سے بڑھ کر غریبوں کا خیال کرو اور یتیموں کی پرورش کی طرف متوجہ ہو اور بیوگان اور مصیبت زدگان کا خیال کرو۔چنانچہ وہ روایات جو آپ کی عید منانے سے متعلق ملتی ہیں ان میں خوشیوں کے دیگر اظہار کا ذکر تو بہت کم ملتا ہے۔ایسی بھی روایت ملتی ہے کہ کسی بچے کو غمگین کھڑے دیکھا اس سے جاکے پوچھا کہ کیوں اداس ہو؟ عید کا روز ہے۔ اس نے ذکر کیا کہ میرا باپ غزوہ میں شہید ہو چکا ہے اور کوئی نہیں جو میرے ساتھ مل کر عید منائے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کو گو دی میں اٹھایا اپنے ساتھ اسکو گھر لے گئے اس کو تیار کیا اور اس کی عید میں خود شریک ہوئے۔

(خطبات طاہر عیدین ص81)

ہمارے پیارے امام سیدناحضرت خلیفۃ المسیح الخامس اَیَّدَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَصْرِہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں۔

’’حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے شرائط بیعت کی نویں شرط میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی اوران کے حقوق کی ادائیگی کا ذکر فرمایاہے...نویں شرط یہ ہے ”یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ308)

فرمایا: نہ صرف اپنے بھائیوں،عزیزوں، رشتہ داروں،اپنے جاننے والوں،ہمسایوں سے حسن سلوک کرو،ان سے ہمدردی کرو اور اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو اُن کی مدد کرو، ان کو جس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہو فائدہ پہنچاؤ بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے جن کو تم عارضی طورپر ملے ہو ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتاہے تو ان کو ضرور فائدہ پہنچاؤ...ہمدرد ی خلق کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں پسندیدہ بنو اور دونوں جہانوں کی فلاح حاصل کرو۔

(خطبات مسرور جلد1صفحہ309)

اصل نیکی یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔... دوسروں کے غموں،دکھوں اور تکلیفوں کو بھی محسوس کریں۔جب ہم اس طرح کر رہے ہونگے تو نہ صرف یہ ایک دن کی عید منا رہے ہوں گے بلکہ ہمارا ہر دن،روزِ عید ہو گا۔

(خطبہ عید الفطر 04نومبر2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ عید ہر لحاظ سے مبارک کرے اور رمضان کی برکات ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں۔آمین

****

مولانا عطاء المجیب راشد ۔ لندن

جماعتِ احمدیہ کا آغاز اور شاندار مستقبل

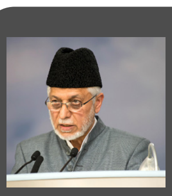

''مجھے اُس خدائے کریم و عزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست و نابود کرنے والا ہے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اور اُس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اُس کے حکم سے کھڑا ہواہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنا تمام کام پورا نہ کر لے جس کا اُس نے ارادہ فرمایا ہے،،

(اربعین حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 348)

ایمان ، یقین ، تحدّی اور جلال سے بھرے ہوئے یہ مبارک الفاظ اُس مقدس ہستی کے ہیں جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس زمانہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔یہ مقدس وجود ہمارے پیارے آقا،سرورِ کائنات،خاتَمُ الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعتِ احمدیہ کا ہے ۔

انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مذہبِ اسلام کی حالت بہت ہی کسمپرسی کی تھی ۔ مسلمان تو تھے مگر صرف نام کے۔ ان کی ایمانی اور عملی کمزوریوں کو دیکھ کر عیسائیت اور دیگر مذاہب ہر طرف سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے ۔ مسلمانوں میں جواب کی ہمت نہ تھی ۔ دردمندانِ اسلام کے دل مضطرب تھے ا ور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر سجدہ زیر۔بالآخر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسلام کی حفاظت اور احیائے نو کی بناء ڈالی ۔اس زمانہ کے سب سے بڑے عاشقِ رسول غلامِ احمد نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محيِ کی تلاش میں ہیں اور ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ کہ یہی وہ شخص ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے ۔ یہ خدائی اشارہ تھا کہ محبت رسول کی شرط اس مقدس وجود میں متحقق ہے اور یہی ہر خیر و برکت کی کلید ہے ۔ پھر آپ کو ایک کشف میں یہ نظارہ بھی دکھایا گیا کہ ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور آپ کو اس کا مالی مقرر کیا گیا ہے۔ 1882ء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس الہام سے نوازا قُلْ اِنّی اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ یہ آپ کی ماموریت اور مجددیت کا پہلا الہام تھا ۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ بھی واضح فرمایا کہ امت محمدیہ میں جس امام مہدی اور مسیح موعود کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا وہ وعدہ آپ کے وجود میں پورا ہوچکا ہے اور آپ ہی کو رسولِ پاک ﷺ کی نیابت میں امام مہدی اور مثیلِ مسیح کا منصب عطا فرمایا گیا ۔یہ وہی زمانہ ہے جب آپ نے اسلام کی تائید و نصرت میں اپنے عظیم الشان قلمی جہاد کا آغاز کیا ۔کتاب براہینِ احمدیہ کی اشاعت نے عالمِ اسلام میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور مسلمانوں کے پژمردہ چہروں پر رونقیں نظر آنے لگیں ۔ آپ کی ان تالیفات کو تیرہ سو سال میں اسلام کی بہترین خدمت قرار دیا گیا ۔آپ اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف اس شان سے نبردآزما ہوئے کہ روحانی بصیرت رکھنے والوں نے اس گوہر آبدار کو خوب پہچان لیا ۔لدھیانہ کے مشہور صوفی حضرت حاجی احمد جانؓ نے لکھا ۔ '' آپ مجدّد وقت ، طالبانِ سلوک کے لئے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضرِ راہ اور منکرینِ اسلام کے لئے سیفِ قاطع اور حاسدوں کے لئے واسطے حجّتِ با لغہ ہیں'' اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کے ہاتھ بیعت کی غرض سے آپ کی طرف اٹھنے لگے لیکن آپ نے ایسی ہر درخواست کے جواب میں یہی فرمایا۔

'' اب تک خدا وند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں اس لئے تکلّف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں''

وقت گزرتا گیا اور بالآخر وہ مبارک گھڑی آگئی جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی اجازت عطا ہوئی کہ آپ لوگوں سے بیعت لیں۔یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ایک اشتہار ''تبلیغ'' کے نام سے شائع فر مایا جس میں پہلی بار الہام الٰہی کے حوالہ سے اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بیعت لینے کا ارشاد فرمایا ہے ۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ''یہ ربّانی حکم ہے جوآج میں نے پہنچا دیا ہے'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 188)

اس ابتدائی اعلان کے قریباً چالیس روز بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 12جنوری 1889ء کو ''تکمیلِ تبلیغ '' کے نام سے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں دس شرائط بیعت کا ذکر فرمایا ۔ اشتہار کے آخر میں تحریر فرمایا کہ

''دعوتِ بیعت کا یہ عام اشتہار ہے اور متحملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لئے آویں''

ان اشتہارات کی اشاعت کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے قادیان سے لدھیانہ کا سفر اختیار فرمایا۔ اور حضرت صوفی احمد جانؓ کے مکان واقعہ محلہ جدید میں قیام پذیر ہوئے ۔ لدھیانہ آنے کے چند روز بعد 4 مارچ 1889ء کو آپ نے ایک اور اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں بیعت کی حقیقت، بیعت کے اغراض و مقاصد اور بیعت کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی برکات کا تفصیل سے ذکر فرمایا ۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ بیعت کو کیفیت و کمیّت ہر لحاظ سے بڑی عظمت اور شوکت عطا فرمائے گا۔آپ نے تحریر فرمایا کہ

''یہ گروہ اُس کا ایک خاص گروہ ہو گا اور وہ اُنہیں آپ اپنی روح سے قوّت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور اُن کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ ....اِس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا یہاں تک کہ اِن کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی ''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 198)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے ان اشتہارات کی اشاعت نے مخلصین اور مومنین کے دل میں زندگی کی روح پھونک دی۔ یہ فدائی روحیں تو عرصہ سے اس سعادت کی منتظر تھیں ۔ امام الزمان علیہ السلام کی آواز سنتے ہی مخلصین لدھیانہ پہنچنے لگ گئے ۔ بیعت لینے کے لئے آپ نے حضرت منشی صوفی احمد جانؓ کے مکان کو پسند فرمایا ۔یہ وہی عارف باللہ اور پاک باطن صوفی بزرگ ہیں جو آپ کے قدیم عشاق میں سے تھے اور اس بات کے خواہش مند تھے کہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائیں ۔ آپ ہی نے حضرت مسیح پاک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت تو مسیح پاک علیہ السلام نے آپ کو یہی جواب دیا کہ میں ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا ۔ مگر آہ ! کہ جب یہ وقت آیا تو آپ اس دنیاسے رخصت ہو چکے تھے لیکن مسیح پاک علیہ السلام کی قدر شناسی اور ذرّہ نوازی دیکھیے کہ آپ نے بیعت ِ اولیٰ کے لئے جس جگہ کا انتخاب فرمایا وہ اسی عاشقِ صادق کا مکان تھا جو تاریخ احمدیت میں دارالبیعت کے نام سے موسوم ہوا ۔ اور مزید یہ کہ 313بیعت کرنے والوں کی فہرست جب اپنی کتاب ضمیمہ انجامِ آتھم میں شائع فرمائی تو 99 ویں نمبر پر اس عاشقِ صادق کا نام بھی شامل فرمایا کہ یہ پاک انسان تو برسوں قبل ہی آپ کے مبائعین کے زمرہ میں داخل ہو چکا تھا ۔

بالآخر 23 مارچ 1889ء کا دن آگیا جو اسلام کی تاریخ میں ایک سنہری دن ہے ۔ یہی وہ مبارک دن ہے جس روز دورِ آخرین میں احیائے اسلام کی آسمانی تحریک کا دنیا میں باقاعدہ آغاز ہوا اور حقیقی اسلام کی علمبردار جماعت،جماعت احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس روز جماعت کی تاریخ میں پہلی بار، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں ، سنتِ نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے ، امامُ الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک مبائعین کے ہاتھوں کے اوپر رکھتے ہوئے ان سے بیعت لی ۔ یہ بیعت اولیٰ کہلاتی ہے ۔اس روز سے بیعت کا یہ طریق جماعت ِ احمدیہ میں جاری و ساری ہے ۔ ابتداء میں بیعت کی تقریب میں چند افراد شامل ہوا کرتے تھے اور تقریب بھی مقامی نوعیت کی ہوتی تھی ۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے MTA کی برکت سے یہ ایک عالمگیر تقریب بن چکی ہے جس میں ہر سال لاکھوں افراد خلیفہ وقت کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں ۔

23مارچ1889ء 20رجب 1310ہجری جمعرات کا دن تھا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام مکان کے اس حجرہ میں تشریف لائے جومکان کے شمال مشرقی کونہ میں ہے ۔ اس وقت اس کی حالت ایک خستہ حال کچی کوٹھڑی کی تھی ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کمرہ کے جنوب مشرقی کونے میں نیچے بیٹھ گئے اور انتہائی سادگی کے ساتھ بیعت کی تقریب کا آغاز ہوا۔ کمرے کے دروازہ پر حضرت شیخ حامد علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔ سب سے پہلے جس خوش نصیب کو آپ نے بیعت کے لئے طلب فرمایا وہ آپ کے فدائی اور سرتاپا عاشق،حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ تھے۔حضرت اقدس نے حضرت مولوی صاحب کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

'' آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذّات پر مقدّم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں ۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

رَبِّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا

يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّاۤ اَنۡتَ

پانچ احباب کو نام بنام بلانے اور ان سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے حضرت شیخ حامد علیؓ سے فرمایا کہ اب آپ خود ہی ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جائیں۔ اس طرح سب سے فرداً فرداً بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس روز چالیس خوش نصیبوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا ۔

حضرت مسیح پاک کے ارشاد پر اس موقع پر ایک خصوصی رجسٹر تیار کیا گیا جس پر یہ عنوان لکھا گیا ۔

"بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت"

اس میں سب مبایعین کے نام،ولدیت اور سکونت وغیرہ کا اندراج کیا گیا ۔ بعض ابتدائی نام حضرت اقدس نے خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے اور باقی نام مختلف اوقات میں دیگر احباب نے درج کئے ۔ حضرت منشی ظفر احمدؓ آف کپور تھلہ نے پہلے روز بیعت کی توفیق پائی ۔ وہ اس بیعت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ

"حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے ۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقّت طاری ہو جاتی تھی اور بیعت کے بعد دعا بہت لمبی فرماتے تھے ۔"

مردوں سے بیعت لینے کے بعد حضرت اقدس گھر میں واپس تشریف لائے اور بعض عورتوں سے بھی بیعت لی۔ سب سے پہلے بیعت کر نے کی سعادت حضرت صغریٰ بیگم رضی اللہ عنہا نے پائی جوحضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور صوفی احمد جان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ۔ بیعت کی تقریب کے بعد جملہ حاضر احباب نے حضرت اقدس کے دستر خوان پر کھانا کھایا اور بعد ازاں نماز ادا کی گئی۔

یہ ہے بہت مختصر اور اجمالی ذکر اُس عظیم الشان اور یاد گار دن کا جب جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی ۔ یہ دراصل ابتداء تھی ایک عظیم الشان روحانی، عالمگیر انقلاب کی جو ازل سے اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر کا ایک حصہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ازلی تقدیر دن بدن روشن تر اور کل دنیا پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام اور عاشق صادق، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی،عظمت، شوکت اور عالمگیر غلبہ کے متعلق جو جو بشارتیں عطا فرمائیں وہ ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں اور مومنین کے دلوں کو یقینِ محکم عطا کررہی ہیں کہ احمدیت کے ذریعہ غلبہء اسلام کی تقدیر ضرور پوری ہو کر رہے گی اور دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس خدائی تقدیر کا راستہ ہر گز نہیں روک سکتیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اذنِ الٰہی سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی اس زمانہ میں ابتداً آپ بالکل اکیلے تھے۔ کوئی دنیاوی مددگار اور ہمنوا نہ تھا ۔ ہاں زمین و آسمان کا خالق، قادر و توانا خدا، جس نے آپ کو بھیجا تھا، وہ آپ کے ساتھ تھا۔آپ نے فرمایا۔

" میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17صفحہ 49)

پھر اسی علام الغیوب خدا سے خبر پا کر آپ نے اعلان فرمایا :

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلا ئے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا........خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے "

(تجلیاتِ الٰہیہ،روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

پھر آپ نے بڑے جلال اور تحدّی سے،الٰہی وعدوں اور خدائی نصرتوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے علی الاعلان فرمایا ۔

" دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اِس سِلسلہ کی دُنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سِلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مرادیہی سلسلہ ہو گا ۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17صفحہ 182)

یہ ساری بشارتیں جن کا مرکزی نقطہ تائید و نصرت الٰہی ہے بڑی شان سے دن رات پوری ہو رہی ہیں۔ ہر آنے والا دن احمدیت کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار ہے۔ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے آثار روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں ۔ فتح اسلام کا ایک دلربا نقشہ ہماری نظروں کے سامنے روز بروز کھلتا چلا جا رہا ہے ۔

کاروانِ احمدیت جس کا آغاز چالیس افراد سے ہوا ، آج اس کی تعداد کروڑہاکروڑ تک جا پہنچی ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بڑھ رہی ہے۔دنیا کا کوئی معروف ملک نہیں جہاں یہ شجراحمدیت نہ لگ چکا ہو۔شجرہ طیبہ کی طرح اس کی جڑیں اکنافِ عالم میں خوب مضبوطی سے پیوست ہیں جبکہ اس کی شاخیں شش جہات میں سایہ فگن ہیں۔ ہر قوم اس چشمہ سے پانی پی رہی ہے اور رنگ و نسل کی تمیز سے بے نیاز، شجرِ احمدیت کی گھنی چھاؤں تلے شانہ بہ شانہ خدمتِ اسلام میں مصروف ہیں۔ساری دنیا میں قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں جماعت احمدیہ ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔تعلیمی اور طبّی خدمت کے میدانوں میں بے لوث خدمتِ انسانیت کرنے والی اس جماعت کی خدمت کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔ اکنافِ عالم میں ہزاروں مساجد کی تعمیر کا اعزاز اس جماعت کو حاصل ہے۔مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے ذریعہ دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی خوش بختی اور سعادت اس جماعت کو حاصل ہے ۔ اس طرح یہ بشارتِ الٰہی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا دن رات پورا ہو رہا ہے۔مسیح پاک علیہ السلام کے کپڑوں سے بادشاہوں کے برکت پانے کا نشان بارہا پورا ہو چکا ہے ۔ گیمبیا،نائیجیریا اور بینن کے متعدد بادشاہ اور حکمران اس سعادت کو حاصل کر چکے ہیں۔ علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کے میدان میں حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان،پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد کی امتیازی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ تائید و نصرت الٰہی کے نشانوں کاکوئی شمار نہیں۔حق یہ ہے کہ ہر دن احمدیت کی ترقی کا پیغام لے کر طلوع ہوتا ہے اور عالم احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کس تحدّی اور جلال کے ساتھ فرمایا ہے۔

" اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا ۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فو ق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا ۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی ....میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66-67)

****

نعت بحضور ﷺ

پیارے نبی کا نام محمدؐ
آپ ہی آقا سید و مرشدؐ

آپ کے ہر اک فعل میں برکت
آل میں برکت قول میں برکت
کتنی مبارک آپ کی آمد ﷺ

دنیا بنی بس آپ کی خاطر
آپ ہی اول آپ ہی آخر
سب میں اعلیٰ آپکی مسند ﷺ

آپ پہ اتری آخری شریعت
پوری ہوئی اتمام حجت
عالم کُل میں شان احمد ﷺ

ایک خدا کی کرنا عبادت
باقی رہے نہ کوئی شراکت
ایک ہی تھا بس آپ کا مقصد ﷺ

ایک ہی کلمہ ایک ہی ملت
دور کریں آپس کی نخوت
کہہ گئے آقا میرے سرمد ﷺ

صدقہ کر دوں جانِ حزیں میں
لے چل مولیٰ پاک زمیں میں
دل میں محبت آپ کی بیحد ﷺ

میرے منؔ کی ایک ہی خواہش
آپ کےدر پہ مل جائے بخشش
بیٹھی رہوں میں زیر گنبد ﷺ

منصورہ فضل منؔ ۔قادیان

امۃ الباری ناصر۔امریکہ

حضرت مفتی محمد صادقؓ قرنطینہ میں

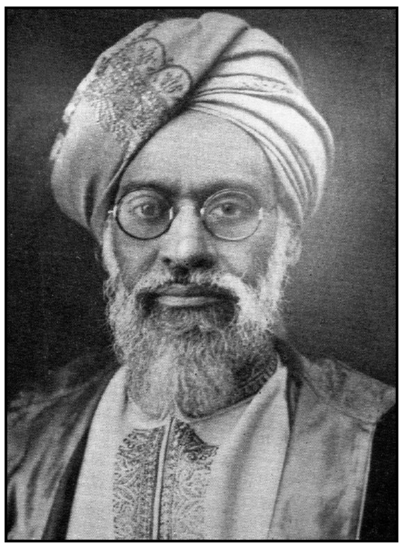

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر حضرت مفتی محمد صادقؓ 26 جنوری 1920ء کو امریکہ میں تبلیغِ اسلام کے لئے انگلستان کی بندرگاہ لورپول Liverpool سے روانہ ہوئے۔ حضرت عبدالرحیم نیّرؓ انہیں الوداع کہنے لورپول تک ساتھ تشریف لے گئے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی کو انگلستان کے ساحل سے سوار ہوتا ہوُا دیکھ سکیں۔وہاں ہوٹل میں جس کا نام اتفاق سے انگلستان کے فاتح امیرالبحر لارڈ نیلسن کے نام پر تھا۔ اُترے اور خوب دُعائیں کیں۔ رؤیا میں حضرت مفتی صاحب نے ہوٹل کے دروازہ پر ’’فتح محمد بہادر‘‘لکھا دیکھا اورنیر صاحبؓ نے اسی رات مفصلہ ذیل کلمہ پُرُرعب آواز میں سُنا۔

’’اسلام کا درخت پھولے گا، پھلے گا اور دنیا کے کونوں تک پھیلے گا۔‘‘

اس طرح اللہ کے فضل اور نئی فتوحات کی خوش خبریوں کے ساتھ سفر کا آغاز ہوُا ۔ (اخبار الفضل8مارچ1920ء)

حضرت مفتی صاحبؓ بحر اوقیانوس کی سطح پر کھڑے دیو ہیکل بحری جہاز S.S.Haverfordپر سوار ہوئے۔ جسے فرانس اور کینیڈا میں ٹھہرتے ہوئے فلاڈلفیا تک جانا تھا ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے مجاہد بندے کو جہاز میں بھی کام بھیج دیا ۔ فرانس سے دو ہزار چینی اپنے وطن جانے کے لئے اسی جہاز میں سوار ہوئے یہ جنگ کے زمانے سے رُکے ہوئے تھے ان میں کچھ مسلمان بھی تھے ۔حضرت مفتی صاحب کی قرآن کی تلاوت اور تفسیر سے متاثر ہو کر سات افراد نے اسلام قبول کیا۔اس طرح سمندر سے ہی کامیابیوں کا آغاز ہو گیا۔یہ جہاز 15۔فروری کو Philadelphia (فلاڈلفیا) پہنچا۔ (سن رائز1July-1921 ص12)

حضرت مفتی صاحبؓ امریکہ پہنچنے کے بعد اپنے وہاں کے حالات قلمبند کرکے بصورت خط اور مضامین مرکز کو بھجواتے رہتے۔ ایسے ہی ایک مضمون میں جو انہوں نے 1920 ء کے جلسہ سالانہ میں پڑھ کر سنانے کے لیے بھیجا اپنے سفرِ امریکہ کی روئیداد بیان کرتے ہوئے اپنی ایک خواہش کا ذکر کیا ہے۔آپ نے تحریر فرمایا۔

جہاز کی سواری بالخصوص ایسے ایام میں جبکہ ہوا تیز ہو۔ میرے واسطے ایک مصیبت کا سامناہوتا ہے۔ اتفاق سے مجھے ایسا جہاز ملا جس نے بعض سرکاری ضرورتوں کی خاطر ادھر اُدھر کے بندرگاہوں میں اتنے چکر لگائے کہ پانچ روز کا سفر اُنیس روز میں طے ہوا۔ ہوا تیز تھی ۔ قَے ہونا اور کئی قسم کی تکالیف ہوئیں۔ کئی دن بستر سے سر اٹھانا مشکل ہوگیا۔ اوّل تو کچھ کھانے کی خواہش ہی نہ ہوتی اور جو کچھ تھوڑا بہت کھایا جاتا وہ بھی لیٹے ہی لیٹے۔ اس سے بڑھ کر دوسری تکلیف یہ کہ جہاز میں جو کچھ ملتا اس میں سے گوشت اور گوشت سے بنی ہوئی اشیاء شوربا وغیرہ سب چھوڑنی پڑتی۔ کیونکہ وہ مشکوک تھیں۔ ان سب حالات کو دیکھ کر اورپھر اس کے ساتھ راہ داری کی تکالیف کو پاکر مجھے بارہا خیال آیا کہ ہمیں ایک اپنا احمدیہ جہاز بنانا چاہئے جو ہمارے مشنریوں کو مختلف ممالک میں پہنچائے۔ اور احمدیوں کو حج کے واسطے بمبئی سے جدّہ لے جائے اور حسبِ گنجائش احمدیوں کے علاوہ دوسرے مسافر بھی سوار ہوں۔ یہ جہاز بڑے سائز کا ہونا چاہیئے تاکہ اس میں جنبش کم ہو اور آج تک جس قدر ترقیات جہاز سازی کی ہوچکی ہیں وہ سب اس میں شامل ہونی چاہئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دن دُور نہیں کہ ایسا جہاز تیار ہوجائے۔ (الفضل17جنوری 1921ء)

دنیائے روحانی کا کولمبس اس ملک کو فتح کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈالنے کا عزم لے کر آیا تھا۔آپ کے پاس تلوار تھی نہ دھن دولت کی چمک تھی آپ کے ساتھ قادر و توانا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر مکمل بھروسہ اور توکل تھا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اور دعائیں تھیں جہاد کا ولولہ تھا اور ہاتھ میں قلم تھا۔امریکہ کی مذہبی حالت کو ذہن میں رکھ کر آپ کے کام کی مشکلات کا اندازہ کریں اور پھر مسلسل معجزے دیکھیں پہلے قدم پر ہی دعا کی قبولیت کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ بندرگاہ پر پہنچتے ہی ڈاکٹری معائنہ کے لئے بھیجے گئے۔ان دنوں آپ کو آنکھوں میں تکلیف تھی اور خوف تھا کہ یہ تکلیف طبّی لحاظ سے رکاوٹ نہ بنے۔ دعا کرتے کرتے ڈاکٹر کے کمرہ میں داخل ہوئے اُس کو آپ کی پگڑی کا سبز رنگ بہت پسند آیا۔ اُس نے کہاکہ یہ رنگ میری بیوی کو بھی بہت پسند ہے ۔آپ نے پگڑی اُتار کر اُس کے میز پر رکھ دی اور کہاکہ یہ اپنی بیوی کو میری طرف سے تحفہ دے دیں اور خود دوسری پگڑی نکال کر پہن لی۔ ڈاکٹر نے کہا آپ تو بالکل تندرست ہیں آپ کا معائنہ کیا کرنا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُس کی توجہ سبز رنگ کی طرف رکھی اور یہ مرحلہ بخیر گزر گیا۔ (خلاصہ لطائف صادق ص139)

امریکہ میں داخلے سے پہلے کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ محکمہ امیگریشن نے کئی گھنٹوں تک سوالات میں الجھائے رکھا کئی اعتراض اُٹھائے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ کا تعلق جس مذہب سے ہے اس میں کثرت ازواج کی اجازت ہے جو ہمارے مذہب میں ممنوع ہے اس لئے ہم آپ کو امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے لہٰذا آپ واپس چلے جائیں البتہ آپ کو اپیل کرنے کا حق ہے اس صورت میں آپ کو الگ تھلگ مکان میں رکھا جائے گا تا آنکہ آپ کی اپیل کا کوئی فیصلہ آ جائے ۔ آپ نے جواب دیا کہ واپس تو میں نہیں جاؤں گا میں تو (اس قوم) کو مسلمان کرنے آیا ہوں اپیل کا حق استعمال کروں گا۔

آپ کو Ellis Islandمیں Philadelphia House of Detentionمیں ٹھہرایا گیا ۔ جہاں سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی صرف چھت پر ٹہل سکتے تھے اس کا دروازہ دن میں صرف دو دفعہ کھلتا تھا جب کھانا دیا جاتا ۔ اس جگہ اور لوگ بھی بند تھے جو رفتہ رفتہ مفتی صاحب سے مانوس ہو گئے اور اُن کا احترام کرنے لگے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔نماز پڑھنے کے لئے جگہ بھی دی۔ تاہم ایک آزاد پرندے کے لئے یہ حدود و قیود بہت تکلیف دہ تھے ۔ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا۔

’’جس حالت میں یہ عاجز دن گزار رہا ہے اس کی تفصیل کی سردست ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو آوے سب مبارک ہے۔جس یار کے ہاتھوں اثمار شیریں کھائے اُس کی خاطر کوئی تلخی اُٹھانا موجبِ رنج نہیں۔راضی بہ قضا ہوں اور اُس کے فضلوں کا اُمیدوار۔ دعاؤں کے واسطے موقع مل رہا ہے۔ مقابلہ بہت بڑے لوگوں سے ہے مگر کچھ غم نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے اورخلیفۃالمسیح اور احبابِ کرام کی دعائیں ہیں۔ اور بزرگوں کی امداد روحانی ہے قریباًہر شب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا خلیفہ اول یا فضل عمر سے ملاقات ہو جاتی ہے دن بھر اجنبیوں میں ہوتا ہوں رات بھر اپنوں میں۔‘‘(الفضل 29۔اپریل1920ء)

حضرت مولانا شیر علیؓ نے ایک مضمون لکھا ۔ جس میں آپ نے امریکہ کے آزادئ ضمیر ،انصاف و عدل اور برابری کے تصور اور اُن کے عمل میں تضاد پر زوردار بحث کی ۔نیز لکھا کہ اگر حضرت مفتی صاحب کو امریکہ میں تعلیم دین کا حق نہیں دیا گیا تو امریکیوں کو ہندوستان میں کیوں یہ حق دیا جائے۔ اسلام تو دنیا میں پھیلنے کے لئے ہے اور ضرور پھیلے گا۔ اُسے کسی امریکی کی مدد کی ضرورت نہیں ۔ اللہ قوی و قادر اسے پھیلائے گا۔

(خلاصہ از ریویو آف ریلیجنز اپریل مئی1920ء)

حضرت مفتی صاحب نے موقع سے فائدہ اٹھاکر قرنطینہ میں بند نوجوانوں ہی کو تبلیغ کرنا شروع کردی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوماہ کے اندر پندرہ آدمی اسی مکان میں مسلمان ہوئے۔

یہ بندش آپ کی شہرت کاغیبی سامان بن گئی امریکن پریس نے آپ کی آمد اور ملک میں داخلے کی ممانعت کا بہت چرچا کیا۔ اور بعض مشہور ملکی اخبارات مثلاً ’’ فلاڈلفیا ریکارڈ‘‘۔’’پبلک ریکارڈ‘‘- ’’نارتھ امریکن بلیٹین‘‘- ’’ایوننگ بلیٹین‘‘- ’’پبلک لیجر‘‘ - ’’دی پریس‘‘ نے نہ صرف آپ کی آمد کے بارے میں خبردی بلکہ جماعت احمدیہ کے حالات بھی شائع کئے۔

(حضرت مفتی محمد صادقؓ کی آپ بیتی صفحہ 50 -مرتبہ جناب شیخ محمد اسماعیل پانی پتی- مطبوعہ 1946ء طبع اول و الفضل 3 مئی 1920ء،28جون1920ء)

اللہ قادر و توانا کی قدرت کے نظارے اپنے پیاروں کے ساتھ تائید و نصرت بن کر رہتے ہیں ۔ساحل پر ایک ہندوستانی مشنری کو روکا گیا یہ واقعہ اخباروالوں کے لئے رپورٹنگ کا اچھا موضوع بنا ۔ ایک نووارد کو تو ابھی علم اور تجربہ بھی نہیں تھا کہ تشہیر کی کون سی صورت سے کام نکلنے کے سامان ہوں گے اور اگر ہوتا بھی تو زرِ کثیر صرف کرنے سے ہوتا۔ اخبار گھر گھر جاتے اور احمدیت کا تعارف کرواتے اور ساتھ ہی ایک احمدی کی آمد کے اغراض و مقاصد بھی بتاتے۔ اُس وقت درج ذیل اخبارا ت نے یہ خبریں دیں۔

- The Philadelphia Record
- Public Record
- North American Bulletin
- Evening Bulletin
- The Press
- Public Ledger

ایک نمونہ ملاحظہ کیجئے۔The Pressنے طویل خبر دی۔

’’جیسا کہ امریکہ کے مختلف مذہبی فرقے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے ہزاروں لاکھوں روپیہ ہر سال خرچ کرتے ہیں اور دنیا کے دور دراز ملکوں اور خطوں میں اپنے فلاسفر اور پادری مسیح کے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ تبّت کے وحشت ناک جنگلوں میں ، عرب اور ہندوستان کے گرم ریگستانوں میں اور افریقہ اور چین کے غیرآباد اور دشوار گزار راستوں میں پادریوں کی آواز سنائی دیتی ہے ۔اسی طرح مفتی محمد صادق بے یارو و غمگسار ہزاروں میلوں کا سفر طے کر کے امریکہ میں اپنی مذہبی جنگ شروع کرنے کے لئے پہنچے ہیں اور ان کو امید ہے کہ وہ

امریکہ کے لوگوں کو اُن اصولوں کی طرف کھینچ لائیں گے جو کہ احمدؐ نبی نے جس کے وہ مرید ہیں اس زمانے میں دنیا کو سکھائے۔

مفتی محمد صادق کے ارادوں میں اس سلوک نے جو امریکہ نے کیا۔تزلزل نہیں پیدا کیا۔اور وہ بےچین ہیں کہ جلدی سے جلدی اپنا لیکچر شروع کریں ۔ وہ امریکہ کے لوگوں کو اس امن پسند مذہب کے اصولوں کی طرف رہبری کریں جو کہ احمد نبی،بروز محمدؐ نے اس زمانے میں لوگوں کو سکھایا۔ صادق جو کہ قادیان پنجاب کے باشندہ ہیں ،ایک فلاسفر ہیں اور ایک تجربہ کار اور بلند ہمت اور پختہ ارادوں کے انسان ہیں۔ نہایت شائستہ اور مہذب ہیں جو کہ تعلیم یافتہ لوگوں کا خاصہ ہے۔ اپنے مذہب کو پریس کے رپورٹر کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ میں نے تین سال داعی الی اللہ کی حیثیت سے لندن میں کام کیا۔ وہاں میں نے بہت لیکچر دیئے ۔ بہت سے لوگوں کو احمدی بنایا۔ احمد نبی جو کہ اس سلسلہ کے بانی تھے1835ء میں پیدا ہوئے تھے۔1888ء(نقل مطابق اصل) میں انہوں نے اپنے کام کو شروع کیا۔1908ء میں جبکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد دو لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔فوت ہوئے۔ احمد ایک پیغمبر اوررسول کا منصب رکھتے تھے اور قرآن پاک کو خدا کی کتاب یقین کرتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ خدا اُن سے کلام کرتا ہے اور اُس نے دنیا کی اصلاح کے لئے مسیح کا منصب دے کر مبعوث کیا ہے۔آپ نے بہت سی پیشگوئیاں کیں جو کہ اپنے وقت میں پوری ہوئیں انہوں نے اِن پیشگوئیوں اور ان کے علاوہ اور معجزات کو جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ظاہر کئے اپنے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت پیش کیا۔ میں 8سال ان کی صحبت میں رہا ہوں ۔ انہوں نے خطرناک جنگ اور زارِ روس کی قابل رحم اور ابتر حالت کی نسبت بھی ان واقعات کے وقوع سے دس سال پہلے پیشگوئی کی تھی ۔ اور اِس کو چھاپ کر دنیا میں شائع بھی کر دیا ۔ انہوں نے ہندوستان میں طاعون کے متعلق پیشگوئی کی تھی اور بہت سے اہم واقعات کے متعلق مختلف پیشگوئیاں کیں جو کہ اپنے وقت میں پوری ہوئیں۔ انہوں نے شکاگو کے ڈاکٹر ڈوئی سے مقابلہ بھی کیا تھا اور دنیا کو بتایا تھا کہ چونکہ ڈاکٹر ڈوئی ایک مفتری انسان ہے اس لئے جلد ہی ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ امریکہ نے اس کی ہلاکت کو دیکھا۔

(الفضل 15،اپریل1920ء)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے امریکی حکومت کے رویہ کی خبر سنی تو اس پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

’’امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک اس نے مادی سلطنتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی ہوگی۔ روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کرکے نہیں دیکھا۔ اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے ہم امریکہ کے ارد گرد علاقوں میں تبلیغ کریں گے اور وہاں کے لوگوں کو مسلمان بناکر امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ نہیں روک سکے گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ امریکہ میں ایک دن لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ کی صدا گونجے گی اور ضرور گونجے گی۔‘‘ (الفضل 15-اپریل 1920ء)

ایک طرف اخبارات میں ان خبروں اور تبصروں نے آپ کے مشن کے لئے زمین ہموار کی دوسری طرف آپ نے قرنطینہ میں موجود احباب کو دعوت الی اللہ کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے9 احباب نے آپ کی دعوت قبول کر لی ان میں ہر رنگ و نسل کے لوگ تھے جن کا تعلق جمیکا ، برٹش گی آنا، پولینڈ، رشیا، جرمنی ،ازورز(Azores)، بیلجیم ، پرتگال ، اٹلی اور فرانس سے تھا۔گویا اس گوشۂ تنہائی میں آدھی دنیا آپ کے سامنے حاضر کر دی گئی جن کو پیغام حق دے کر آپ کی تسکین روح و قلب کے سامان ہوئے۔ پہلا شخص جس نے دین حق قبول کیا Mr. R.J.Roch-ford تھے جن کا نام حمید رکھا گیا۔(سن رائز جولائی 1921ء)

ان کے تعارف میں آپ نے لکھا ۔ یہ میرے زمانۂ رکاوٹ میں کنارہ سمندر پر ملے تھے کتاب ٹیچنگز آف اسلام پڑھ کر مسلمان ہوئے ۔ اور اس قدر شوق اسلام کا ان کو ہو گیا تھا کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ جس شہر میں عاجز تبلیغ کا کام کرے گا اسی میں وہ اپنا کاروبار کریں گے اور مجھے تبلیغ میں مدد کریں گے۔

(الفضل جنوری 1921ء)

آخر شروع مئی 1902ء میں امریکی حکومت کی طرف سے حضرت مفتی صاحب سے پابندی اٹھالی گئی۔ جس کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب کی تبلیغ سے کئی انگریزوں کے مسلمان ہونے کی خبر جب متعلقہ محکمہ کے افسر کو پہنچی تو وہ بہت گھبرا یا اور سوچنے لگا کہ اس طرح تو یہ آہستہ آہستہ سارے نظربند نوجوانوں کو مسلمان کر لیں گے اور جب شہر کے پادری صاحبان کو اس کا علم ہوگا تو وہ سخت ناراض ہوں گے۔ اور شہر کی پبلک میرے خلاف ہو جائے گی اس پر اس نے اعلیٰ افسروں کو تار دے دیا کہ جس قدر جلد سے جلد ممکن ہو ہندوستانی مشنری کو اندرونِ ملک میں داخلے کی اجازت دے دی جائے۔ چنانچہ حکام نے بھی آپ کو امریکہ داخل ہونے کا فیصلہ کردیا اور حضرت مفتی صاحبؓ نے نیویارک میں داخل ہوکر ایک مکان کا حصہ لیکچروں اور دفتر کیلئے کرایہ پر لیکر تبلیغ اسلام کا کام شروع کردیا اور سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگیں۔ (حضرت مفتی محمد صادقؓ کی آپ بیتی صفحہ 51)

اگر یسوع مسیح امریکہ میں تشریف لائے

حضرت مفتی صاحب نے اپنے امریکہ میں داخلے کا تجربہ ایک ہلکا پھلکا رنگ دے کر تحریر کیا جو مسلم سن رائز میں شائع ہوا ’الفضل‘ میں اس کا اردو ترجمہ درج کیا گیا جو بڑا دلچسپ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

امریکہ کا محکمہ داخلہ ملک ہر ایک اس شخص سے جو امریکہ آئے کس طرح پیش آتا ہے اس مکالمہ کا لطف اس وقت اور بڑھ جاتا ہے جب امریکہ میں داخل ہونے والایسوع مسیح فرض کیا جائے ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔

’’اگر مسیح علیہ الصلوٰۃ السلام جن کا جسم سری نگر(ہندوستان میں آرام فرما رہاہے اور جن کی روح دوسرے انبیاء کے ساتھ بہشت میں ہے۔ موجودہ ایام میں زندہ ہوتے اور امریکہ تشریف لانے کا ارادہ فرماتے تو ان کے ساتھ داخلہ ملک کی طرف سے کیا سلوک کیا جاتا۔ذیل میں اس گفتگو کو درج کرتے ہیں جو افسر محکمہ اور حضرت یسوع مسیح میں دوسرے بحری مسافروں کے ساتھ ہوئی۔

افسر: (حضرت مسیحؑ سے) براہ مہربانی اس امر پر حلف اٹھانے کے لئے ہاتھ اٹھائیے کہ جو کچھ آپ کہیں گے وہ سچ ہو گا،

حضرت مسیح: میں قسم کھانے پر اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ یہ جائز نہیں ہے۔

- افسر: آپ کا نام کیا ہے۔

حضرت مسیح: یسوع

- افسر:آپ کا پورا نام کیا ہے۔

حضرت مسیح: یہی میرا نام ہے۔

- افسر : آپ کا دوسرا نام کیا ہے۔

حضرت مسیح: میرا کوئی دوسرا نام نہیں۔میرا صرف یہی نام ہے۔

- افسر: کیسی عجیب بات ہے آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔

حضرت مسیح: میرا کوئی باپ نہیں۔

- افسر: کیا تمہارا کوئی باپ نہیں پھر تم کس طرح پیدا ہوئے۔

حضرت مسیح: معجزانہ طور پر بغیر باپ کے جو حیرت انگیز ہے۔ خدا کے نزدیک درست ہے بھلا آپ مجھے بتائیں کہ حضرت آدم بغیر ماں اور باپ کے کس طرح پیدا ہوئے۔

- افسر: میں نہیں جانتا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟

حضرت مسیح: ہندوستان سے۔

- افسر: کون سے شہر سے۔

حضرت مسیح: سری نگر کشمیر سے۔

- افسر: آپ کے پاس کس قدر روپیہ ہے۔

حضرت مسیح: میں اپنے پاس کوئی روپیہ نہیں رکھتا۔

- افسر: بغیر روپیہ کے آپ کس طرح گزارا کریں گے۔

حضرت مسیح: کل کی فکر نہیں کل اپنی فکر آپ کرے گا۔

- افسر: عجیب بات ہے ہم تو اس ملک کے لئے سو سال پہلے انتظام کرتے ہیں۔آپ کی قومیت کیا ہے؟

حضرت مسیح: میں یہودی ہوں۔

- افسر:کیا آپ حضرت موسیٰؑ کی شریعت پر اعتقاد رکھتے ہیں جو تعداد ازواج کی اجازت دیتی ہے۔

حضرت مسیح: یقیناً میں اس پر اعتقاد رکھتا ہوں جو کوئی موسیٰ کی شریعت کے احکام کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی توڑے گا، وہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹا سمجھا جائے گا۔

- افسر:آپ کے ہاتھوں میں زخموں کے نشان کیسے ہیں۔

حضرت مسیح: بے انصافی سے صلیب پر لٹکا دیا تھا۔

- افسر: آپ کا پیشہ کیا ہے۔

حضرت مسیح: میں خدا کے احکام کا وعظ کرتا ہوں۔میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی جس کے کہنے کا خدا کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔

- افسر: کیا آپ کے پاس ایسے کاغذ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ واعظ ہیں۔

حضرت مسیح: مجھے کاغذوں کی ضرورت نہیں۔

- افسر: کیا آپ اپنے ملک کے لئے لڑیں گے اگر کبھی ضرورت پڑی۔

حضرت مسیح: میں لڑنے پر اعتقاد نہیں رکھتا میں صرف محبت کا معتقد ہوں۔

- افسر: کیا آپ شراب پینا جائز سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح: ہاں نہ صرف جائز سمجھتا ہوں بلکہ اعجازی طور پر مہیا بھی کر سکتا ہوں اگر دعوت وعدہ کے موقع پر اس کی ضرورت ہو۔

فیصلہ

فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مسیح کو اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

چونکہ

1۔ یہ ایک ایسے ملک سے آیا ہے جو اُن ملکوں میں شمار نہیں جن کے باشندوں کو اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔

2۔ اس کے پاس گزارے کے لئے روپیہ نہیں ہے۔

3۔ یہ مہذب لباس میں ملبوس نہیں۔

4۔ اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں زخموں کے نشان ہیں۔

5۔ یہ حفاظت ملک کے لئے لڑنے کے خلاف ہے۔

6۔ یہ جب ضرورت پڑے شراب بنانا جائز خیال کرتا ہے۔

7۔ اس کے پاس اپنی سندات نہیں ہیں جن سے ثابت ہو کہ یہ ذمہ دار واعظ ہے۔

8۔ یہ موسیٰ کے قانون پر عمل کرنے پر مستعد ہے جو کہ تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے لیکن فیصلہ کے خلاف واشنگٹن آفس میں اپیل کر سکتا ہے۔

حضرت مسیح: میں کوئی اپیل پیش نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میرے جیسے آدمی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دینا برائی اور برائی کا مقابلہ کرنا میرے اصولوں کے خلاف ہے۔ پس میں اپنے پاؤں کی گرد جھاڑتا ہوں اور دل پسند ملک ہندوستان میں واپس جاتا ہوں۔ (الفضل 25مئی 1922ء)

انیس احمد ندیم ۔ جاپان

وبائی حالات میں عید الفطر منانے کی بحث اور رسول اللہ ﷺ کا اسوہ مبارک

سورۃالبقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ماہِ صیام کی فرضیت اور برکات کا ذکرکرتے ہوئے عید الفطر کے مفہوم کو بڑی لطافت اور خوبصورتی سےبیان فرمایا ہے۔ رمضان کی فرضیت، برکات اور مسائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوااللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (البقرہ: 186)

اور(اللہ تعالیٰ) چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی ہے تاکہ تم شکر کرو۔

گویا عید الفطر کا تہوار روزوں کی تکمیل کا دن ہے ۔یعنی یہ مبارک دن خدا تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کے اظہار کا موقع ہے اور عید الفطر کا تہوار اللہ تعالیٰ کے احسانوں پر شکر گزاری کی تقریب ہے۔

ہمارے سید و پیشوا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کا تہوار منانے کے لئے اسی روحانی زیبائش کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عید کا حقیقی حسن اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور حمد وتقدیس کے بیان میں ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :۔

زینوا اعیادکم بالتکبیر (معجم الاوسط للطبرانی)

یعنی اپنی عیدوں کو اللہ اکبر کے ذکر سے سجاؤ۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ:۔

زینو العیدین بالتھلیل والتکبیر والتحمید والتقدیس (حلیہ الاولیاء الابن نعیم)

عیدین کو لا الہ اللہ ، اللہ اکبر ، الحمد للہ اور سبحان اللہ کے ورد سے زینت بخشو۔

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ عید الفطر کے موقع پر نماز کی جگہ پر پہنچنے تک اور عید الاضحی کے موقع پر ایام تشریق کے دوران تکبیرات کا ورد فرماتے تھے۔ اایک حدیث کے مطابق آپ یہ الفاظ دہرایاکرتے :۔

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ واللہ اکبر اللہ اکبر۔ وللہ الحمد (مصنف ابن ابی شیبہ جلد1ص490)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

”مومنوں کی حقیقی عید اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی عظمت کے بیان کرنے میں ہی ہے ۔پس اگر ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں ،اس کے نام کو پھیلا دیں ، اس کی بڑائی کو ثابت کردیں اور اپنی تمام کوششیں اور مساعی اس غرض کے لئے وقف کر دیں کہ کہ خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو تو یقینا ہماری عید حقیقی عید کہلا سکتی ہے“

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 29 مارچ1960ء بمقام ربوہ۔ بحوالہ خطبات عید الفطر جلد نمبر ایک صفحہ502)

آنحضور ﷺ کی پہلی عید

آغازِ اسلام پر 14-15برس گزرنے کے بعد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لا چکے اور ہجرت کا دوسرا سال تھا تو اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض فرمائے اوراس کے بعد مدینہ میں پہلی عید الفطر منائی گئی ۔ اس بارہ میں مؤرخین متفق ہیں کہ

أن أول عيد صلى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عيد الفطر من السنة الثانيه

(تلخیص الحبیر از حافظ ابن حجر عسقلانی۔کتاب صلاۃ العیدین۔ صفحہ159)

غیر معمولی حالات میں رسول اللہ ﷺ کی عیدیں

جیسا کہ تواریخ سے ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ نے پہلی عید الفطر سن 2 ہجری کو منائی۔ اور اس کے بعد آپ کی حیات مبارکہ میں9 عیدیں آئیں۔ سن 2ہجری میں ماہِ صیام کی فرضیت سے لے کر وفات تک کا عرصہ آپ کی حیات مبارکہ کا مصروف ترین دور تھا ۔ اس دوران مخالفین کی طرف سے مسلمانوں پر پے در پے حملے کئے گئے اور اور آپ کا بہت سا قیمتی وقت دفاعی جنگوں میں صرف ہوا۔مدینہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے بعد آپ کی ذمہ داریوں میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ۔ تبلیغِ اسلام اور اشاعت قرآن کی مہم بھی زور وشور سے جاری تھی۔ قرآن کریم نےآپ کی غیر معمولی مصروفیات کا نقشہ ”سَبۡحًا طَوِيۡلًا“ کے الفاظ میں بیان فرمایاہے۔

اس مضمون میں دئے گئےجدول سے ظاہرہے کہ بدر ، احد اور فتح مکہ جیسے غیر معمولی واقعات رمضان یا شوال کے مہینوں میں پیش آئے ۔یہاں سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ان ایام میں ﷺ اور آپ کے مخلص وباوفاء ساتھیوں کو کیسے کیسے ہنگامی حالات سے گزرنا پڑا ۔ غزوہ بدر کے معرکہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ پہلی عید الفطر کا مبارک دن آگیا ۔ اگلے ہی سال عید الفطر کے فوری بعد مشرکین مکہ کے دوسرے حملہ کا سامنا کرنا پڑا اور غزوہ اُحد پیش آیا ۔ ان غزوات سے کئی ہفتے پہلے او ر کئی ہفتے بعد گویا ایک ہنگامی صورتحال تھی جس سے آپ کو گزرنا پڑا۔

مگر رمضان کی برکات کے ساتھ عید کی آمد گویا آپ کے لئے راحت وسکون کا لمحہ تھا ۔کیونکہ خدائی تعالیٰ کی بڑائی اور شان کے اظہار کا موقع آپ کو نصیب ہورہا تھا اور یہی آپ کا مقصدِحیات اور سکون قلب تھا۔ ان ایام میں بھی آپ نے عیدیں منائیں ۔ ان مشکلات اور مصائب کے دنوں میں بھی آپ کے قلب مبارک سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناءاور بڑائی کے اظہار کے لیے آپ تادمِ وفات کوشاں رہے ۔سیرت کی مستند کتابوں کی روشنی میں ماہِ صیام کی فرضیت کے بعد رمضان اور شوال کے مہینوں کی بعض غیر معمولی مصروفیات کی ایک معمولی سی جھلک پیش ہے۔

سن ہجری	واقعات	یہ واقعہ کس مہینہ میں پیش آیا
2	غزوہ بدر	مؤرخین کے مطابق 17/16 رمضان کو غزوہ بدر کا آغاز ہوا
2	غزوہ قرقرۃ الکرد	جنگ بدر کے فوری بعد یہ واقعہ شوال کے مہینہ میں پیش آیا
3	غزوہ احد	یہ معرکہ بھی شوال کے اوائل میں پیش آیا۔
4	غزوہ بدر الموعد	یہ واقعہ بھی شوال کے مہینہ میں پیش آیا
5	غزوہ خندق	یہ واقعہ بھی شوّال کے اوائل میں پیش آیا۔
6	سریہ کرز بن جابر فہری	عرینہ کے لوگوں کی طرف سے مسائل و تکالیف۔یہ معرکہ شوال میں پیش آیا
6	مدینہ میں شدید قحط	رمضان میں آنحضور ﷺ کی نماز استقا کے نتیجہ میں باران رحمت کا نزول
6	یہود کی شرارت	رمضان کے مہینہ میں اہل خیبر کی شرارت اور ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔
7	سرایا بطرف نجد، یمن اور جبار	اس سال شوال کے مہینہ میں یمن،نجد اور جبار کے سرایا پیش آئے۔
8	فتح مکہ	روایات کے مطابق آپ ﷺ 10 رمضان کو مدینہ سے عازم سفر ہوئے۔
8	غزوہ حنین	یہ واقعہ عید کے فوری بعد 6 شوال کو پیش آیا
9	غزوہ تبوک	اس واقعہ میں لمبا سفر درپیش تھا ، روایات کے مطابق رجب سے رمضان یاشوال تک یہ غزوہ مکمل ہوا۔
10	حجۃ الوداع	رمضان اور عید کے بعد ذی القعدہ کے مہینہ میں آپ مدینہ سے عازم سفر ہوئے۔
11	وصال مبارک	ربیع الاول میں آپ کا وصال مبارک ہوا۔

گویا سن 2 ہجری سے لے کر 10 ہجری تک آپ کی حیات مبارکہ میں9عیدیں آئیں ۔ غیر معمولی مصروفیات اور ہنگامی حالات کے باوجود جوں ہی آپ کو امن وقرار کی کوئی گھڑی نصیب ہوئی آپ کا قلب مبارک خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شکرکے اظہار کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان 9/8سالوں میں آپ ﷺ کو بدراور اور احد کے دور میں سے گزرنا پڑا۔ مدینہ پرغزوہ خندق جیسا خوف و خطر کا دور بھی آیا جن ایام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ وَاِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَبَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ کہ عالم یہ تھا جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل (اچھلتے ہوئے) ہنسلیوں تک جا پہنچے۔ پھر اسی عرصہ میں مدینہ شدیدقحط سالی سے دوچار ہوا اور انہیں سالوں میں غزوہ تبوک، حنین اور فتح مکہ جیسے واقعات پیش آئے۔ مگرآپ اپنے رب کی رضا پر راضی رہتے ہوئے عُسر ویسر میں اللہ تعالیٰ کی حمدوثناء اور تکبیر و تقدیس میں کوشاں رہے۔

کیا نماز عید گھر میں ادا کی جاسکتی ہے؟

آجکل کے حالات میں مختلف ممالک میں لاک ڈاؤن یا ایمرجنسی کے نفاذ کی وجہ سے نماز عید کا مسئلہ زیر غور ہے۔ جب اکثر مقامات پر اجتماعات کی ممانعت ہے اور سماجی فاصلے اختیار کرنے کی تلقین کی جارہی ہے تو اس موقع پر یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ آیا گھروں میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ نماز عید پڑھی جاسکتی ہےنہیں؟یا عید پڑھنے کے لئے اہل شہر کا کسی عید گاہ یا جامع مسجد میں جمع ہونا ہی ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں درج ذیل تعلیم ہمارے لئے راہ عمل ہے:۔

فتح مکہ کے موقع پر غیر معمولی حالات درپیش تھے اور روایات کے مطابق آپ عید الفطر کی نماز ادا نہ فرما سکے۔گویارحمۃ للعامین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارک نے ہمیشہ کے لئے امت مسلمہ کی راہنمائی فرمادی کہ ہنگامی حالات درپیش ہوں تو اس بار ہ میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔

1۔ نماز جمعہ ایک ایسا فریضہ ہے جس میں شمولیت کےلئے سورۃ الجمعہ میں فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ کے الفاظ میں تاکیدی حکم دیدیا گیا۔ جبکہ عیدین کی فرضیت اور تاکید کے بارہ میں ایسا کوئی حکم قرآن کریم میں موجود نہیں۔ لہٰذا موجودہ وبائی حالات میں اگر نماز جمعہ کے لئے متبادل صورتیں

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اختیار کی جاسکتی ہیں تو عید کے لئے کوئی باسہولت راستہ اختیار کرنا کیسے ممنوع ہوسکتا ہے؟

2۔ ایک بارش کے موقع پر حضرت عبد اللہ بن عباس نے اذان کے دوران ”صلوا فی بُیوتِکم“ یعنی گھروں میں ہی نماز پڑھ لو کا اعلان کرنے کا ارشاد فرمایا اور یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔ پس اگر عید کو جمعہ کی فرضیت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو گھر میں عید پڑھنے کے لئے اس ارشاد سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

3۔ اگر کسی گاؤں، شہر یا ملک میں کوئی ایک گھرانہ ہی مسلمان ہو تو ایسی صورتوں میں عید کی نماز گھر پر ہی ادا ہوسکتی ہے۔ صحابہ رسول ﷺ کے اسوہ سے ثابت ہے کہ کسی مجبوری کی صورت میں اپنے اہل خانہ کو گھر میں ہی جمع کرکے ویسے ہی نماز عید پڑھی جاسکتی ہے جس طرح جامع مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس سلسلہ میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

وامر انس بن مالك مولاهم ابن ابي عتبة بالزاوية فجمع اهله وبنيه وصلى كصلاة اهل المصر وتكبيرهم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام ابن ابی عتبہ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ انہیں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں اور بچوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز عید پڑھیں اور تکبیر کہیں۔

(الجامع الصحیح للبخاری۔ کتاب العیدین۔ بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ)

4۔ ایسے مواقع پر عید کا وہی طریق اختیار کیا جاسکتا ہے جو مسجد میں امام کی اقتداء میں عید پڑھتے ہوئے اختیار کیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا روایت میں کصلاۃ اهل المصر وتكبيرهم یعنی شہر والوں کی طرح عید پڑھنا اور تکبیرات کہنا اور مندرجہ ذیل روایت میں مثل صلاة الإمام في العيد یعنی جیسے امام عید پڑھاتا ہے کے الفاظ سے یہ مضمون مترشح ہے کہ جس طرح امام عید پڑھاتا ہے ویسے ہی عید پڑھی جائے گی۔ گویا عید کی نماز کے وقت زائد تکبیرات کہنا اور امام کی طرح خطبہ عید دینے کا جواز موجود ہے۔

عن عبيد الله بن أبي بكر بن أنس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”كان أنس إذا فاتته صلاة العيد مع الإمام، جمع أهله فصلى بهم مثل صلاة الإمام في العيد

عبید اللہ بن ابو بکر بن انس بن مالک جو خادم رسول ﷺ تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس (کسی موقع پر) امام کے ساتھ نماز عید ادا نہ کر سکے۔ یا آپ کی عید کی نماز رہ گئی تو آپ نے اپنے اہل خانہ کو اکٹھے کیا اور ان کے ساتھ مل کر اسی طرح نماز عید ادا فرمائی جیسے (عموماً) امام نماز عید پڑھاتا ہے۔

(السنن الکبری للبیہقی۔ کتاب صلاۃ العیدین۔ باب صلاۃ العیدین سنۃ اھل الاسلام)

گھروں میں عید پڑھتے ہوئے کیا طریق اختیار کیا جائے؟

جن ممالک میں وبائی حالات کی وجہ سے اجتماعات کی ممانعت ہے۔ یا سماجی فاصلے اختیار کرنے کی ہدایات دی جاری ہیں۔ وہاں ملکی قوانین پر چلنا اور لوگوں کی صحت اور حفاظت کی خاطر تعاون کرنا ضروری ہے۔ لیکن عید الفطر تو دراصل روزوں کی تکمیل کا دن۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور شکر کے اظہار کا موقع ہے۔ لہذا ہر قسم کے حالات اور عسر و یسر کی کیفیات میں ہمارے دل اللہ تعالیٰ کے حضور حمد وثنا سے لبریز ہونے چاہیئں کہ ہمیں رمضان کی نعمت نصیب ہوئی۔ ہمیں اس بات پر شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ایک مبارک موقع ہمیں عطا ہوا۔ حمد و شکر کے ان جذبات کے ساتھ گھروں میں عید پڑھتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کے مبارک اسوہ پر چلتے درج ذیل مناسک کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی۔ پس کیوں نہ ہم اس عید کو ایسی یادگار عید بنادیں کہ ہمارے گھر تکبیر کی صداؤں سے گونج اُٹھیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھلائے ہوئے طریق کے مطابق اپنے گھروں کو خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء سے بھر دیں۔ موجودہ مشکل حالات میں بھی سنت مبارکہ کے درج ذیل پہلو اختیار کرتے ہوئے ہم اس عید کو حقیقی معنوں میں ایک یاد گار عید بنا سکتے ہیں۔

1۔ آنحضور ﷺ نے عیدین کی رات کو عبادت کرنے والوں کو خوشخبری عطا فرمائی ہے کہ جس دن دل مردہ ہوجائیں گے تو ایسے لوگوں کے دل پھر بھی زندہ رہیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

2۔ آنحضور ﷺ عید کے دن غسل فرماتے تھے۔ (زاد المعاد)

3۔ عید کے موقع پر اچھی قسم کا یمنی لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (نیل الاوطار)

4۔ عید الفطر کے دن آپ کچھ کھجوریں تناول فرماکر عید کی نماز پڑھتے۔ (صحیح بخاری)

5۔ عورتیں بھی عید کی نماز میں شامل ہوتی تھیں۔ (صحیح بخاری)

6۔ آپ ﷺ نے عید کی نماز سے قبل فطرانہ (صدقہ الفطر) کی ادائیگی واجب قرار دی ہے۔ (بخاری وابن ماجہ)

7۔ عید کی نماز سے قبل اقامت یا اذان نہ کہی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم)

8۔ عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہ پڑھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی)

9۔ عید الفطر کے موقع پر پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ زائد تکبیریں کہتے۔ (مسند احمد)

10۔ آپ ﷺ خطبہ عید کی نماز کے بعد ارشاد فرماتے۔ (نیل الاوطار)

موجودہ حالات کے بارہ میں امامِ وقت کی نصائح

موجودہ وبائی حالات میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بعض ایسے اصول عطا فرمائے ہیں کہ اگر ہم ان ارشادات کو اپنا راہنما بنا لیں تو ہماری یہ عید ہر لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

1۔ گھروں کو مسجد بنادیں: جیسا کہ بیان ہوچکا ہے عسر ویسر میں اللہ تعالیٰ کے نام کی سربلندی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد حیات تھی۔ موجودہ حالات میں اسلامی فرائض کی ادائیگی کے بارہ نصیحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ”آجکل کے حالات کی وجہ سے ہم مسجد نہیں جاسکتے لیکن اس فرض کو اپنے گھروں میں نبھانا ضروری ہے۔“ (خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

2۔ حکومتی ہدایات کی پابندی بھی ضروری ہے: اسلامی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اصولی راہنمائی فرماتے ہوئے ایک نصیحت آپ نے یہ فرمائی کہ ”یہ بیماری جس میں بیماری پھیلنے کا بھی خطرہ ہے اور جس کے لئے حکومت نے بھی بعض قواعد اور قانون بنائے ہیں۔ ملکی قوانین کے تحت ان پر چلنا بھی ضروری ہے۔“
(خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

3۔ خدمت انسانیت کے دن: عید الفطر خدا تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا موقع ہے۔ صدقۃ الفطر کی تعلیم میں اسی پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ موجودہ ایام میں عید الفطر کے موقع پر حضور انور اید اللہ بنصرہ العزیز کا یہ ارشاد پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے ”حقوق العباد کی ادائیگی کے یہی دن ہیں اور اس ذریعہ سے یہ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے دن ہیں“۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 2020ء)

4۔ شعائر اللہ کا احترام تربیت اولاد کے لئے ضروری ہے:۔ موجودہ حالات میں بچوں کو اسلامی تعلیم سے وابستہ رکھنے کے بارہ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نصیحت فرمائی ہے کہ:۔ ”گھروں میں نماز باجماعت کی عادت ڈالیں۔ بچوں کو یہ علم ہوگا کہ نماز پڑھنا ضروری ہے اور باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔“ (خصوصی پیغام فرمودہ 27 مارچ 2020ء)

5۔ دعاؤں کے دن:۔ موجودہ ایام کو حضور انور نے دعاؤں کے دن قرار دیتے ہوئے 10 اپریل کے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ ”اپنے لیے، اپنے پیاروں کے لئے، عزیزوں کے لئے، جماعت کے لئے اور عمومی طور پر انسانیت کے لئے دعائیں کرنی چاہیئں“ پس عید کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے عزیز واقارب، دوستوں اور پیاروں کے لئے مجسم دعا بن جائیں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10۔ اپریل 2020ء)

23 مئی 2020ء		وقت سحر	وقت افطار
مکہ مکرمہ		04:17	18:55
مدینہ منورہ	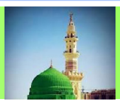	04:09	19:02
قادیان		03:51	19:23
ربوہ		03:31	19:06
اسلام آباد ٹلفورڈ	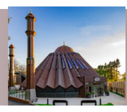	01:23	20:58